امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۹ رذیقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱ رجون ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 25

اس شمارہ میں

- اللہ اور رسول اللہ کی باتیں، دینی مسائل
- یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
- حکایات اہل دل
- سامراجی منصوبے اور عالمی صیہونیت
- موجودہ حالات میں کرنے کے کچھ کام
- اسلامی قانون قاتل کو آزاد......
- اردو زبان وادب پر جدید ٹیکنالوجی
- بیت المقدس مسلمانوں کی مذہبی میراث
- اخبار جہاں، تعلیم وروزگار، ہفتۂ رفتہ

امارت شرعیہ: مثالی خدمات کے سو سال

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف پٹنہ

اسلام کامل دین اور مکمل نظام حیات ہے، اس نظام حیات میں اجتماعیت کی بڑی اہمیت ہے، اسی لئے نماز، روزہ اور حج اجتماعی طریقے پر مل جُل کر ادا کئے جاتے ہیں، نماز باجماعت کا حکم، رمضان کے مہینے میں روزہ اور حج کے دنوں میں حج کی ادائیگی کا حکم اس اجتماعی نظام کا کھلا ثبوت ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان ہر حال میں شریعت کی پابندی کریں اور جس طرح مسجد کے امام کے پیچھے سب لوگ ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، مسجد کے باہر کی زندگی میں بھی ایک امیر شریعت کے ماتحت ایک اور نیک بن کر زندگی گذاریں، اس لئے کہ مسلمان ایک امت، ایک جماعت ہے، اس کو اپنی اس حیثیت کو کسی بھی حال میں بھولنا نہیں چاہئے، جب تک ہندوستان میں مسلم حکمراں تھے، یہ مرکزیت مسلم حکمرانوں کے ذریعہ کسی حد تک قائم تھی، ۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کا اقتدار اور مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوگئی، علماء کرام اور دردمندان ملت پھر سے مسلمانوں کو ایک جُٹ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، چنانچہ ۱۹ رشوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ رجون ۱۹۲۱ء کو مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی تحریک کی، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری نے حمایت کی مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں محلّہ پتھر کی مسجد، پٹنہ میں اجلاس ہوا اور امارت شرعیہ قائم کی گئی، یہ صوبہ بہار کے لیے بنائی گئی تھی، اس وقت اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی بہار کا حصہ تھا، اس لئے جب بہار کی تقسیم ہوئی، پہلے اڈیشہ بہار سے الگ ہوا، پھر صوبہ جھارکھنڈ بنا تو بھی امارت شرعیہ غیر منقسم بہار میں کام کرتی رہی اور اسے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا نام دیا گیا۔

اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق زندگی گذارنا، عام اور خاص لوگوں کو ان کی ذمہ داری بتانا، کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو مضبوطی کے ساتھ ملائے اور بنائے رکھنا، جہاں تک ہو سکے اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے کوشش، قوانین خداوندی کے مطابق عدل وانصاف کا قیام، عام انسانوں کی خدمت، فلاحی رفاہی کاموں میں عملی شرکت، اسلامی تعلیم کے مطابق مختلف مذاہب اور فرقوں کے مابین بہترین تعلقات اور صلح وآشتی کا قیام، امارت شرعیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، ان امور پر کام کرنے کے لیے شعبۂ تبلیغ، شعبۂ تنظیم، شعبہ تعلیم، دارالقضاء، دارالافتاء، دارالاشاعت، تحفظ مسلمین، کتب خانہ، شعبہ امور مساجد، شعبہ خدمت، وفاق المدارس الاسلامیہ اور بیت المال وغیرہ قائم ہیں جو امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل ہیں، امارت شرعیہ کے مکاتیب، دارالعلوم الاسلامیہ، المعہد العالی، قاضی نورالحسن میموریل اسکول پھلواری شریف، مولانا منت اللہ رحمانی اردو ہائی اسکول آسنسول، امارت پبلک اسکول گریڈیہہ ورانچی، اور سات ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ دینی وعصری تعلیم کے فروغ میں مشغول ہیں، خدمت خلق کے میدان میں تین ہوسپٹل بھی مریضوں کی ضرورت کو پوری کر رہے ہیں، بیوہ کے وظائف، مصیبت کے وقت ریلیف کا کام، غریب بچیوں کی شادی مریضوں کے علاج وغیرہ میں تعاون وامداد اس کے علاوہ ہے، امارت شرعیہ کا ہفت روزہ ترجمان نقیب بھی اہتمام کے ساتھ نکلتا ہے، جس کے مضامین اچھا سماج بناتے، جانکاری کو بڑھاتے اور ملکی حالات وکوائف سے لوگوں کو واقف کراتے ہیں اور مسلمانوں کی ذہنی تربیت میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے اسلامی قوانین کے مطابق معاملات حل کئے جاتے ہیں، اس وقت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں ۶۷ ردارالقضاء کام کر رہے ہیں، دو دارالافتاء بھی مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کے لئے موجود ہے، جن میں سے ایک مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف اور دوسرا جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ہے، امارت شرعیہ کے دارالقضاء ودارالافتاء کی ملک اور بیرون ملک میں اپنی بڑی پہچان ہے۔

امارت شرعیہ کا پورا نظام ایک امیر شریعت کے ماتحت چلتا ہے، سمع وطاعت اس کی بنیاد واساس ہے، قرآن واحادیث میں بھی امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، امیر کا انتخاب مجلس ارباب حل وعقد کرتی ہے، حضرت امیر شریعت کو مشورہ دینے کے لئے مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ قائم ہے، حضرت امیر شریعت کے فیصلے شعبۂ نظامت کے ذریعہ نافذ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ قمرالدینؒ، حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ حضرت مولانا سید نظام الدین اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمہم اللہ مختلف ماہ وسال میں امارت شرعیہ کے امیر شریعت رہے ہر امیر شریعت کی ہدایات کو علماء، اہل علم اور عوام نے مانا اور اس پر عمل کیا، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کی امارت، مولانا سید نظام الدینؒ کی نظامت اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی قضا کی غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے امارت شرعیہ کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی، ساتویں امیر شریعت کی حیثیت سے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی قیادت وامارت میں یہ کارواں تیزی سے رواں دواں تھا، کام کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا اور انتہائی مضبوط بنیادوں پر کام جاری تھا کہ ۳ راپریل ۲۰۲۱ء کو حضرت کا وصال ہوگیا اور اب یہ کارواں مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت کی قیادت میں حسب سابق حضرت صاحب کے بنائے خطوط اور بتائے راستوں پر گامزن ہے۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی خدمات ہندوستانی مسلمانوں کے تحفظ میں خصوصیت کے ساتھ مثالی رہی ہے، مسلم پرسنل لا کی حفاظت کے لیے داخلی وخارجی سطح پر اس کی خدمات کا اعتراف پورے ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر بھی کیا جاتا ہے، مسئلہ فلسطین کا ہو یا سارادا ایکٹ کا، شدھی سنگٹھن کی تحریک کا معاملہ ہو یا ارتداد پر قابو پانے کی ضرورت، فساد میں اجڑے ہوئے مسلمانوں کا معاملہ ہو یا سیلاب وزلزلہ کے موقع سے امداد رسانی اور باز آبادکاری کا کام، واردھا تعلیمی اسکیم ہو یا اوقاف بل پر نظر ثانی کا معاملہ، سرکاری نصاب تعلیم سے غیر جمہوری اجزاء کو نکالنے کا مسئلہ ہو یا نئی تعلیمی پالیسی پر حکومت کو متوجہ کرنے کا کام، اردو کے تحفظ کا مسئلہ ہو یا دوسری سرکاری زبان بنانے کا، امارت شرعیہ نے ہر محاذ پر ملک وملت کی مضبوط خدمت کی اور حکومت وقت سے آنکھ سے آنکھ ملا کر اصلاح وترمیم کا کام کیا اور کروایا۔

گذشتہ سال سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف امارت شرعیہ نے منظّم تحریک چلائی، امارت شرعیہ کے ذمہ داران نے بہار کے مختلف مقامات پر منعقد احتجاج اور مظاہروں میں عملی طور پر شرکت کی اور اپنے خطاب سے عوام کے اندر اس تحریک کے حوالہ سے بیداری پیدا کی اور حضرت امیر شریعت سابع کی ہدایت کے مطابق شہریت سے متعلق کاغذات میں یکسانیت لانے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا، جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمانوں نے شہریت سے متعلق اپنے کاغذات درست کرائے، ووٹر ویریفیکیشن کے کام کو ترجیحی بنیاد پر کرایا گیا، تین طلاق بل کے خلاف خواتین کے دستخط اور احتجاجی مظاہرے کے ذریعہ حکومت کے سامنے اسلامی موقف رکھا گیا، اور عورتوں کو اسلامی قوانین کے تئیں حساس بنایا گیا، سیاسی جماعتوں اور وکلاء کے ساتھ الگ الگ پروگرام کر کے سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے سلسلے میں انہیں اس کے خلاف چلائی جارہی تحریک کا حصہ بننے پر آمادہ کیا گیا اور قانونی بحث ومباحثہ کے ذریعہ صحیح موقف لوگوں کے سامنے لایا گیا۔ بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، اسلامی ماحول میں دینیات کے ساتھ عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور تحفظ اردو کے لیے بہار اور جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ نے مضبوط تحریک چلائی، جس کے مثبت، مؤثر اور دوررس اثرات سامنے آئے۔

اسی طرح کورونا کی وجہ سے لاک بندی کے زمانہ میں امارت شرعیہ نے ہر موقع پر ملت کی بروقت اور صحیح رہنمائی کی، غریب فاقہ کشوں کے درمیان بلا امتیاز مذہب غذائی اجناس اور ضروری اشیاء کی فراہمی کرائی گئی، جو طلبہ دوسری ریاستوں میں پھنسے ہوئے تھے، انہیں وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ کر کے گھر تک پہونچانے کا کام کیا گیا، مساجد بند ہونے کی وجہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے سلسلہ میں شرعی احکام مسلمانوں تک پہونچائے گئے۔ مختصر یہ کہ جب بھی ملت کو جس قسم کی ضرورت محسوس ہوئی، امارت شرعیہ خدمت کے لیے آگے آئی اور اس نے بروقت ضرورت کے مطابق اقدام کیے۔

ان سارے کاموں کے لیے رقم کی فراہمی بیت المال کے ذریعہ ہوتی ہے، جس میں مسلمانوں کے صدقات وزکوٰۃ، عطیات اور قومی محصول کی رقومات جمع ہوتی ہیں، امارت شرعیہ کی کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے، اس کے ماہانہ اخراجات چونتیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار روپے ہیں، جب کہ تعمیرات اور وقتی امداد رسانی مثل ریلیف وغیرہ کی شمولیت کے ساتھ اس کا سالانہ بجٹ نو کروڑ باون لاکھ ستہتر ہزار روپے ہے، یہ سارے اخراجات عام مسلمانوں کی مدد سے پورے ہوتے ہیں۔

۲۶ رجون کو عیسوی سال کے اعتبار سے امارت شرعیہ کی خدمات کے سو سال پورے ہو رہے ہیں، اللہ سے ہم سب کو دعا کرنی چاہیے کہ وہ اس بافیض ادارہ کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے اور اس کی خدمات کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر فرمائے، اور ہم کارکنان وخدام امارت شرعیہ کو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ سے کام کی توفیق دے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدینؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جو کام خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس میں اللہ رب العزت کی نصرت اور مدد ضرور آتی ہے۔

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

دنیا سے دل نہ لگائیے

وہ خدا شان وشوکت والا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے موت وحیات کو پیدا کیا، تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔(سورہ ملک:۲)

وضاحت:۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے لئے چار صفات وکمالات بیان کئے گئے ہیں جس میں بنیادی طور پر اللہ نے اپنی عظمت وبڑائی، وحدانیت وحاکمیت اور کمال علم وقوت کو ظاہر کیا ہے، قرآن کریم میں توحید والوہیت کو کثرت سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غفلت شعار انسانوں کے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑا جائے اور اس کے دلوں میں عقیدہ توحید کو مضبوطی کے ساتھ بٹھایا جائے، تاکہ بندہ عقیدہ توحید پر عمل کے ساتھ زندگی گذارے اور قدم قدم پر اپنی عبودیت کا اظہار کرے، اس لئے کہ ان کمال صفات پر پختہ یقین کے بغیر ہماری نجات ممکن نہیں ہے، قرآن مجید نے حکیمانہ طور پر اسلوب اختیار کرتے ہوئے اس امر کی نشاندہی کی کہ موت وحیات بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے، موت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، زندگی کی نعمت عطا کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیاوی زندگی عارضی زندگی ہے اور یہ آخرت کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے، اس کے بعد والی زندگی دائمی زندگی ہے، اگر ہم نے اس مختصر سی زندگی کو با مقصد بنالیا اور اللہ کی رضا وخوشنودی میں گذارا تو آخرت میں نیک اعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا کریں گے، جہاں راحت ہی راحت، چین ہی چین اور سکون ہی سکون نصیب ہوگا، لسان نبوت سے نکلی ہوئی یہ دعا"اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ" اور "لا خیر الا خیر الآخرۃ" کے مژدہ سے مومنین کا حوصلہ بڑھتا ہے اور اگر اس دنیاوی زندگی کو لہو ولعب، زینت وتفاخر میں گنوادیا تو قیامت کے دن حسرت وندامت اٹھانی پڑے گی اور وہاں کف افسوس کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا، اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ وہ دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوکر آخرت کی لازوال نعمتوں کو ہرگز فراموش نہ کربیٹھے، بلکہ قدم قدم پر رضاء الٰہی کا طلب گار بنا رہے، کیونکہ موت ایک ایسی یقینی چیز ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن ہم نفس کے دھوکہ میں گرفتار ہوکر اس کو بھول جاتے ہیں، جو کہ کسی بھی مومن کا شیوہ نہیں، اس لئے موت کا استحضار ہمیشہ رہنا چاہئے کہ اس سے کسی کو مفر نہیں ہے، آیت میں موت کا تذکرہ پہلے کیا گیا اور زندگی کا تذکرہ اس کے بعد آیا، اس کی حکمت ومصلحت بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے موت ہی مقدم ہے، ہر چیز جو وجود میں آئی ہے موت کے عالم میں تھی، بعد میں اس کو حیات عطا ہوئی، اسی لئے موت کا ذکر مقدم کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آگے جو موت وحیات کی تخلیق کی وجہ انسان کی آزمائش وابتلاء کو قرار دیا ہے، یہ آزمائش بہ نسبت حیات کے موت میں زیادہ ہے کیونکہ جس شخص کو اپنی موت کا استحضار ہوگا وہ اچھے اعمال کی پابندی زیادہ سے زیادہ کرے گا اور اگرچہ یہ آزمائش حیات میں بھی ہے کہ زندگی کے قدم قدم پر اس کو اپنا عجز اور اللہ کے قادر مطلق ہونے کا استحضار ہوتا رہتا ہے، جو حسن عمل کی طرف داعی ہے، لیکن موت کی فکر اصلاح عمل اور حسن نیت میں سب سے زیادہ موثر ہے(معارف القرآن، ج:۸)۔

اس لئے زندگی کو غنیمت سمجھے اور آنکھیں بند ہونے سے پہلے دل کی آنکھیں کھلی رکھئے، کسی شاعر نے کہا کہ

دنیا کے اے مسافر منزل تری قبر ہے
طے کررہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے
دنیا بنی ہے جب سے لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی مٹی میں سب سمائے

آج کا کام۔کل پر نہ ٹال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم عمل کے لئے انتظار کرتے ہو، اس خوشحالی اور دولت مندی کا جو آدمی کو سرکش بنادیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو اس ناداری اور محتاجی کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو حالات بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا عقل وہواس کھو دینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آنے والی اور فنا کردینے والی موت کا، یا تم منتظر ہو دجال کے۔اور دجال بدترین غائب ہے جس کا انتظار ہے، یا منتظر ہو قیامت کے۔اور قیامت بڑا سخت حادثہ اور بڑا کڑوا گھونٹ ہے۔(ترمذی شریف)

مطلب:۔ زندگی کے کچھ لمحات فیصلہ کے لمحات ہوتے ہیں اگر انسانوں نے ان لمحات کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا تو یقین مانئے کہ اس کی زندگی ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہوگی اور اگر ان لمحات کو لایعنی کاموں میں صرف کردیا تو پھر اس کو ایسا نقصان ہوگا کہ اس کی تلافی بعد میں ناممکن ہوجائے گی، اس لئے اللہ نے جو وقت اور موقعہ دیا اس کو وقت پر استعمال کیجئے، کل پر اس کو ہرگز نہ ٹالئے، کل کو کس نے دیکھا ہے، زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، ابھی صحت وتندرستی ہے، مال ودولت کی فراوانی ہے، جوانی اور توانائی ہے لیکن یہ سب ڈھلتے ہوئے سائے کی مانند ہے، کیا معلوم یہ سایہ دراز ہوگا یا سکڑ جائے گا، اس لئے دنیا میں کامیاب انسان کی یہی علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ وقت پر صحیح فیصلہ لے کر ترقی اور خوشحالی کی شاہ راہ پر گامزن رہے، جو لوگ فرصت اور فراغت کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور تن آسانی میں اپنا وقت گذار دیتے ہیں گویا وہ اس کے منتظر رہتے ہیں جس کا حدیث مذکور میں تذکرہ آیا ہے، حدیث میں مذکور بلاؤں اور آفتوں میں سے جب کوئی بلا اور آفت آن پڑے اور جب وہ جاگیں، مگر وہ وقت نکل چکا ہوگا اور کف افسوس کریں گے۔

کاش! جوانی وتوانائی کو یاد خدا میں لگایا ہوتا اب تو جسمانی قوی مضمحل ہوچکا ہے، عقل وہواس کھو بیٹھا، اس دن کے آنے سے پہلے خود کو ابھی سے تیار کرلیجئے اور دعا ومناجات کے ذریعہ اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کیجئے، پیشگی بچاؤ کا یہی مثبت طریقہ ہے، ان طریقوں کو استعمال کرکے مستقبل کے اندیشوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے اسی میں ہوشمندی اور عقلمندی کا راز پوشیدہ ہے، اگر انسان اپنی کوشش جاری رکھے تو یقینی طور پر وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے گا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عورت کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لکھنا:

س: ایک عورت جو شادی سے پہلے اپنے نام کے ساتھ والد کا نام لکھا کرتی تھی، شادی کے بعد والد کے نام کی جگہ شوہر کا نام لکھنے لگی، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: عورت اپنے نام کے ساتھ والد کا نام لکھے یا شوہر کا نام مقصد چونکہ تعارف اور شناخت ہے اس لئے شرعاً اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے، قرآن وحدیث میں بھی بعض عورتوں کا تعارف ان کے والد کی جانب منسوب کرکے نہیں بلکہ شوہر کی جانب منسوب کرکے کرایا گیا ہے:

ارشاد ربانی ہے:"اِمْرَاَةُ نُوْحٍ وَّامْرَاَةُ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ"
(سورہ التحریم:۱۰)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی......

حدیث شریف میں ہے کہ زینب نام کی ایک صحابیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت طلب کیں، آپ نے دریافت کیا:"ای الزیانیب؟ کون سی زینب ہے؟ جواب دیا گیا:"امرأۃ ابن مسعود، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اسے آنے دو۔

"جائت زینب امرأۃ ابن مسعود تستأذن علیه فقیل یا رسول اللہ ھذہ زینب فقال: أی الزیانیب؟ فقیل امرأۃ ابن مسعود قال نعم إئذنوا لها"
(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ علی الاقارب:۱۴۶۲)

بیوی کا اپنا حق معاف کردینے کے بعد پھر حق کا مطالبہ کرنا:

س: ایک عورت جس سے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا تھا اور دوسری شادی کرنا چاہتا تھا، عورت نے کہا مجھے طلاق مت دیجئے اپنے نکاح میں رکھئے دوسری شادی کرنی ہو کرلیجئے میں آپ سے کسی حق کا مطالبہ نہیں کروں گی میں اپنے تمام حقوق کو ہمیشہ کے لئے معاف کرتی ہوں، اس کے بعد شوہر نے دوسری شادی کرلی، چند سالوں بعد پہلی بیوی پھر سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے لگی کیا اس کا مطالبہ درست ہے؟

ج: دو بیویوں کے درمیان خوراک وپوشاک اور شب گذاری میں برابری ضروری ہے کسی کے ساتھ ناانصافی اور حق تلفی جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی بیوی خود ہی اپنا حق اپنی سوکن کے لئے چھوڑ دے تو وہ ایسا کرسکتی ہے، لیکن مستقبل میں وہ کبھی بھی اپنے حق کا مطالبہ کرسکتی ہے، ہمیشہ کیلئے حق کی معافی کا اعتبار نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جب پہلی بیوی بعد میں اپنے حق کا مطالبہ کررہی ہے تو اس کا مطالبہ درست ہے، اب دونوں بیویوں کے درمیان انصاف قائم رکھنا ضروری ہوگا۔

"وإن رضیت إحدی الزوجات بترک قسمها لصاحبتها جاز ...... ولها أن ترجع فی ذالک لأنها أسقطت حقا لم یجب بعد فلایسقط" (هدایه: ۲/۳۴۹، باب القسم)

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا:

س: خالد نے زاہدہ سے شادی کی وہ ایک شریف اور دیندار خاتون ہے، دونوں محبت کے ساتھ کامیاب ازدواجی زندگی گذار رہے ہیں لیکن خالد کے والدین اس رشتہ سے خوش نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس کی شادی دوسری جگہ کرانا چاہتے تھے، اب والدین کی خواہش ہے کہ خالد اپنی موجودہ بیوی کو طلاق دے دے اور والدین کی پسند کی لڑکی سے شادی کرے جبکہ وہ لڑکی خالد کو پسند نہیں ہے اور زاہدہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہے، ایسی صورت میں بتایا جائے کہ خالد اگر اپنے والدین کی خواہش کا احترام نہ کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

ج: صورت مسئولہ میں والدین کا بغیر کسی شرعی عذر کے طلاق کا مطالبہ کرنا اور لڑکے کا اپنی بیوی کو طلاق دینا درست نہیں ہے، کیونکہ طلاق انتہائی سخت ضرورت اور مجبوری کی حالت میں دینے کی چیز ہے عام حالت میں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ بات طلاق دینا ہے:

"ما أحل اللہ شیئاً أبغض إلیه من الطلاق" (سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق: ۱/۲۹۶)

نیز اس معاملہ میں والدین کی بات ماننا بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ والدین کی بات ماننے سے بلاوجہ بیوی پر ظلم لازم آئے گا اور جس طرح والدین حق پر ہوں تو والدین کی اطاعت واجب ہے اسی طرح اگر بیوی حق پر ہو تو والدین کی اطاعت ظلم ہے اور اسلام جس طرح والدین کی نافرمانی کو برداشت نہیں کرتا اسی طرح ان کے حکم سے کسی پر ظلم کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

(ولا تعقن والدیک) ای تخالفنهما أو أحدهما فیما لم یکن معصیة اذ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق الخ

(مرقاۃ المفاتیح: ۱/۱۱۱، باب الکبائر)

خالد مذکورہ معاملہ میں والدین کی بات نہ مان کر گنہگار نہیں ہوگا البتہ اسے چاہئے کہ والدین کو محبت اور نرمی سے سمجھائے اور ماں باپ کو بھی چاہئے کہ ایک شریف اور نیک خاتون کا احترام کرے اور اسے طلاق دینے پر اپنے بیٹے کو مجبور نہ کرے۔فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیه بهار اڑیسه وجهار کهنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 25 مورخہ ۹/ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱/جون ۲۰۲۱ء روز سوموار

اموات کے اعداد وشمار

کورونا کے بارے میں جو اعداد وشمار حکومتی سطح پر فراہم کیے جاتے رہے ہیں، اس میں ہیرا پھیری، حقائق کو چھپانے اور موت کے اعداد وشمار کم کرکے دکھانے کے واقعات اس کثرت سے ہوئے ہیں کہ عدالت کو اس سلسلے میں مداخلت کرنی پڑی، مرکزی حکومت سے لے کر ریاستی حکومت تک کا رویہ اس معاملہ میں یکساں رہا ہے، جن ریاستوں نے موت کے اعداد وشمار چھپانے کی غرض سے صحیح اطلاعات عوام تک نہیں پہونچائیں، ان میں مدھیہ پردیش، بہار، کرناٹک، یوپی، گجرات سرفہرست ہیں، مدھیہ پردیش میں سرکار کی طرف سے جو اموات کی تعداد بتلائی گئی ہے وہ ۲۰۱۹ء میں اکتیس ہزار اور ۲۰۲۰ء مئی میں صرف چونتیس ہزار ہے، جب کہ آزادانہ سروے رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ان ماہ وسال میں مدھیہ پردیش میں مرنے والوں کی تعداد تین لاکھ پچاس ہزار سے زائد تھی، گجرات میں ۱۰/اپریل سے ۹/مئی کے درمیان پورے صوبے میں صرف تین ہزار پانچ سو انہتر اموات کا اندراج سرکاری طور پر کیا گیا، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ صرف احمد آباد کے اسپتال میں ہی تین ہزار چار سو سولہ اموات ہوئیں، ظاہر ہے پورے گجرات کے اعداد وشمار بتائے ہوئے آنکڑوں سے کہیں زائد ہوں گے۔

اس درمیان یہ سچ بھی سامنے آیا کہ پورے ملک میں کورونا ویکسین لینے کے باوجود چار سو اٹھاسی لوگ موت کی نیند سو گئے اور چھبیس ہزار سے زائد لوگوں پر اس ویکسین کا سائیڈ ایفیکٹ ہوا اور وہ ایڈورس ایونٹ فالوئنگ امیونا ئزیشن (AEFI) کے شکار ہوئے، یہ اعداد وشمار امسال ۱۶/جنوری سے ۷/جون کے درمیان کے ہیں۔

بہار کے افسران بھلا اس میں کیوں پیچھے رہتے، چنانچہ سرکار نے دوسری لہر کے دوران مرنے والوں کی تعداد پانچ ہزار چار سو بائیس بتائی، جبکہ پٹنہ کے تین شمشان گھاٹوں پر ہی تین ہزار دو سو تینتالیس افراد کی آخری رسوم ادا کی گئی تھیں اور ان میں کورونا پوروٹوکول کو برتا گیا تھا، جب مختلف اخبارات کے ذریعہ آزادانہ جانچ پڑتال شروع ہوئی تو سرکار نے نو ہزار تین سو پچھتر اموات کو تسلیم کیا، حالاں کہ یہ بھی آدھا سچ ہے، اس لیے کہ یہ اعداد وشمار تو صرف چار بڑے سرکاری اسپتال، ایمس، پی ایم سی ایچ، ان ایم سی ایچ اور آئی جی ایم ایس کے ہیں، سرکار نے بہار میں چھتیس پرائیوٹ ہوسپٹل کو بھی کورونا کے علاج کی اجازت دی تھی، ان ہوسپٹلوں میں کتنوں نے جان گنوائی وہ اعداد وشمار آنے باقی ہیں، ان اسپتالوں میں اٹھائیس تو پٹنہ کے ہی ہیں، جنہوں نے خاموشی کی چادر اوڑھ رکھی ہے، باخبر ذرائع کے مطابق ۷۲/فی صد اموات کو سرکار نے چھپا کر پیش کیا، اب جب کہ سچ سامنے آیا ہے تو سرکار نے ایسے افسروں پر کارروائی کی بات کہی ہے، جن کے غیر ذمہ دارانہ رویے سے حکومت کی کِر کِری ہوئی ہے، سرکار نے اموات کے اعداد وشمار کے صحیح تجزیہ کے لیے ایک تین نفری کمیٹی بنادی ہے، تاکہ پورا سچ سامنے آسکے۔

سرکار نے یہ اعداد وشمار اس لیے چھپائے؛ تاکہ کورونا میں سسٹم فیل ہونے کا جو تصور عوام میں پھیل گیا تھا، اس کے اثرات کو کم کیا جاسکے، کورونا سے مرنے والوں کے لیے امداد کا اعلان بھی سرکار نے کیا ہے، اعداد وشمار کم ہوں گے تو سرکاری خزانے پر بوجھ کم پڑے گا، شاید یہی وجہ ہے کہ کورونا کی وجہ سے موت ہونے کے سرٹیفیکٹ دینے میں بھی اسپتال والے ٹال مٹول کررہے ہیں، مرنے والوں کی تعداد کم دکھا کر یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ بہار میں اس مرض سے نمٹنے کے اچھے انتظامات تھے، چنانچہ ہماری کوشش بار آور ہوئی، اس لیے اتنی کم موتیں ہوئیں۔

بہار ہی نہیں پورے ہندوستان کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ یہاں لاشوں اور کفن پر بھی سیاست ہوتی ہے، اعداد وشمار کے اس الٹ پھیر پر بھی سیاست ہو رہی ہے، مرنے والا تو جاچکا، جس کرب سے وہ گذرا اور جس بے بسی کا سامنا تیمارداروں اور عزیزوں نے کیا، اس کو ذہن سے نکالنا آسان نہیں ہے، مگر ان کے وارثوں کے لیے جو امداد کا اعلان کیا ہے اس میں تو ایمانداری برتو، پورا ہندوستان یہی چاہتا ہے اور اس وقت پورا بہار اسی کی آواز لگا رہا ہے۔

ہائی کورٹ نے بھی کورونا سے موت کے اعداد وشمار دوسری ایجنسیوں کے ذریعہ فراہم کرنے پر روک لگانے سے انکار کر دیا ہے، عدالت کا کہنا تھا کہ میڈیا اپنا کام کررہا ہے، روک کی کیا ضرورت ہے، اسے یہ کام کرنے دیں، عدالت نے سرکار سے یہ بھی پوچھا ہے کہ موتوں کے آنکڑے بدلنے کے لیے کیا پیمانہ بنایا گیا تھا، مرکزی حکومت کی جانب سے بھی ریاستی حکومت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کورونا سے مرنے والوں کی تعداد تاریخ اور ضلع وار پیش کریں، امید کی جاتی ہے کہ بہار سرکار کی طرف سے بھی سچ سامنے لانے کی سنجیدہ کوشش کی جائے گی

بانکا بم بلاسٹ

بانکا ضلع کے شہری تھانہ حلقہ کے ایک گاؤں نوٹولیہ کے نوری اسلام پور مسجد سے متصل ایک عمارت میں ۸/جون ۲۰۲۱ء کو بم بلاسٹ ہوا، جس سے مسجد سے متصل تعلیمی ادارے کی عمارت کھنڈر میں تبدیل ہوگئی، اور مسجد کے امام عبدالمبین جو دیوگھر کے باشندہ تھے کو اپنی جان گنوانی پڑی، کئی ایک زخمی بھی ہوئے۔

اس خبر کے عام ہوتے ہی فرقہ پرست طاقتوں اور بکی ہوئی میڈیا نے آسمان سر پر اٹھالیا، اور مدارس کو بند کرنے کی آواز اٹھانے لگے، اور اسے دہشت گردی کا اڈہ بتانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا، سرکار نے جانچ کا اعلان کیا، این آئی اے کی ٹیم نے جانچ کیا اور بتایا کہ اس واقعہ کا کوئی تعلق باہر سے نہیں ہے، بم کی تیاری میں جو چیزیں استعمال کی گئیں وہ سب دیسی تھیں، یہ بلاسٹ بموں کے ایک ساتھ رکھے ہونے کی وجہ سے بربادی کی داستان اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

اس مسئلے کو لے کر فرقہ پرستوں کے ترجمان بڑی دور کی کوڑی لانے لگے تھے، کئی نے تو اس کے تار اعظم گڈھ سے جوڑ دیا تھا اور بات بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر تک پہونچ گئی تھی، یہ اچھا ہوا کہ بانکا کے ڈی ایم، ایس پی اور ان آئی اے کی ٹیم نے اس پروپیگنڈے کی تردید کردی۔

سب کو معلوم ہے کہ سرکار کے کورونا گائیڈ لائن کے مطابق تعلیمی ادارے بند ہیں، ایسے میں نہ اس عمارت میں طلبہ تھے اور نہ استاذ، غالب یقین تو یہی ہے کہ مقامی غنڈوں کی ٹیم نے گینگ وار کے لیے یہ بم کہیں باہر سے لاکر رکھ دیئے، انہیں انتظار تھا کہ لڑائی شروع ہو اور فریق مخالف کو اس سے ہلاک وبرباد کیا جاسکے، اتفاق سے اس کا موقع آنے کے قبل ہی یہ سارے بم پھٹ گئے اور بربادی کی داستان چھوڑ گئے، ایک امام تنہا مسجد میں رہتا تھا، اگر کسی درجہ میں بھی اس معاملہ میں امام کا ہاتھ ہوتا تو کیا وہ اس موقع پر وہاں موجود ہوتے تاکہ وہ موت کو گلے لگاسکیں۔

اس لیے ہم اس واقعہ کی مذمت کے ساتھ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس واقعہ کی غیر جانبدانہ جانچ ہو اور حکومت کی حلیف جماعت کے، جن لوگوں نے مدرسہ کو بدنام کرنے کے لیے اس کو دہشت گردی کے اڈے کہے ہیں، ان کی زبان کو لگام دیا جائے اور افواہ پھیلانے کے جرم میں ان کو ایسی سزا دی جائے کہ آئندہ ان کی زبان بند رہے اور نتیش جی کے سیکولر رویے پر لوگوں کا اعتماد باقی رہ سکے۔

عائشہ سلطانہ پر غداری کا الزام

عائشہ سلطانہ لکش دیپ میں اداکارہ اور فلم ساز کی حیثیت سے معروف ہیں، لکش دیپ کے دوسرے باشندوں کی طرح ان کو بھی لکش دیپ کو جہنم بنانے کی پرفل پٹیل کی پالیسی پسند نہیں ہے، یہ ایک خوش نما علاقہ ہے، یہاں پر کورونا کے مریضوں کی تعداد صفر تھی، پرفل پٹیل کے ایڈمنسٹریٹر بننے کے بعد جو تبدیلیاں انہوں نے کیں اس کے نتیجے میں یہاں کورونا کے مریض باہر سے آئے اور تعداد بڑھتی چلی گئی، اس وقت چھوٹے سے علاقہ میں نو ہزار سے زائد کورونا کے مریض ہیں اور دو درجن سے زیادہ لوگوں نے اس کی وجہ سے جان گنوائی ہے، عائشہ سلطانہ نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا اور علاقائی چینل پر پرفل پٹیل کو ''حیاتیاتی ہتھیار'' سے تعبیر کیا، انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت نے پرفل پٹیل کو ''حیاتیاتی ہتھیار'' بنا کر بھیجا ہے، انہوں نے کوڈ ۱۹ کے سلسلے کی احتیاطی تدابیر کو ختم کردیا، جس کے نتیجے میں روزانہ ایک سو نئے مریض کوڈ کے آرہے ہیں، ظاہر ہے اس بیان پر بی جے پی کو سیاست کرنی ہی تھی، چنانچہ مقامی بی جے پی کے صدر عبد القادر نے اسے ملک دشمن بیان قرار دیا اور کہا کہ اس سے مرکزی حکومت کے ''قوم پرستانہ امیج'' کو نقصان پہونچا ہے، چنانچہ عائشہ پر ملک سے غداری اور بغاوت کا مقدمہ کردیا گیا، تاکہ کوئی دوسرا آئندہ اس قسم کا بیان نہ دے۔ اس کے ردعمل میں بی جے پی کے پندرہ لیڈران نے لکش دیپ میں پارٹی سے استعفیٰ دے دیا اور اعلان کیا کہ ہم عائشہ سلطانہ کے ساتھ ہیں۔

عبد القادر کی بی جے پی کی سیاست جزیرہ میں جیسی بھی ہو، لیکن ان کی معلومات ناقص ہے، کیوں کہ عدالت عالیہ نے اپنے ایک فیصلہ میں واضح کردیا ہے کہ حکومت کے خلاف بولنا اور اس کی کسی پالیسی پر تنقید کرنا یہ ملک سے غداری اور بغاوت کے دائرہ میں نہیں آتا، اس لیے اس مقدمہ کو آگے نہیں بڑھنا چاہیے، لیکن یہ ہندوستان ہے، یہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے، اب اس حق بیانی کی پاداش میں عائشہ سلطانہ کو جن مراحل سے بھی گذرنا پڑے، اتنی بات صاف ہے کہ وہ اس سے گھبرانے والی نہیں ہے، اس نے ایک ٹویٹ میں صاف کردیا کہ انہیں سچ بولنے سے کوئی نہیں روک سکتا، میں اپنے مادر وطن کے لیے لڑتی رہوں گی، جو لوگ آج خاموش ہیں دراصل وہی اس جزیرے سے غداری کررہے ہیں۔

رام مندر گھوٹالہ

عدالت کے فیصلے سے بابری مسجد کی زمین رام مندر کی تعمیر کے لیے بھگتوں کو دیدی گئی، بڑی ماتھا پچی کے بعد رام مندر کی تعمیر غصب کی ہوئی زمین پر شروع ہوئی، تعمیر کے نام پر چندہ اُگاہی کا کام تو برسوں سے جاری ہی تھا، ملک وبیرون ملک سے قانونی اور غیر قانونی طور پر حاصل چندوں کی مقدار اربوں کو پہونچتی ہے، اس لیے پہلے ٹرسٹ کے ارکان کے نام پر اختلاف شروع ہوا، اسے کسی طرح دبا کر لوگوں کو مطمئن کیا گیا تو اب رام مندر میں چندہ گھوٹالہ اور مندر کے نام پر کاروبار کرنے کا نیا معاملہ سامنے آیا ہے۔

معاملہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۰۱۱ء میں سنی وقف بورڈ کی ایک زمین کو آراضی مافیاؤں نے کسی طرح قبضہ کرلیا، کسم پاٹھک اور ہریش پاٹھک کا اس زمین پر قبضہ تھا، چنانچہ اس نے ۱۸/مارچ ۲۰۲۱ء کو شام کے سوا سات بجے اس زمین کو روی موہن تیواری اور سلطان انصاری کو فروخت کردیا، زمین کا رقبہ ۱۲۰۸۰/اسکوائر میٹر تھا، اور قیمت دو کروڑ طے پائی، اور صرف پانچ منٹ بعد اسی زمین کو روی موہن تیواری اور سلطان انصاری نے ''رام جنم بھومی تیرتھ چھتر ٹرسٹ'' کے ہاتھ اٹھارہ کروڑ پانچ لاکھ میں فروخت کردیا، رجسٹرڈ اقرار نامہ کے بعد روپے کی ادائیگی کردی گئی، اب ایسا بھی نہیں ہے کہ خریدنے والے کو اس گھوٹالے کی اطلاع نہیں تھی، کیوں کہ دونوں اقرار نامے پر انیل مشرا اور رشی کیش اپادھیائے گواہ ہیں اور اس قدر بڑھی ہوئی قیمت پر ٹرسٹ کے سکریٹری چمپت رائے نے یہ خریداری کی ہے، انیل مشرا رام جنم بھومی تیرتھ چھتر ٹرسٹ کے ٹرسٹی اور آر ایس ایس کے تاحیات رکن ہیں، مقامی کارکن کی حیثیت سے وہ بی جے پی اور سیوک سنگھ کی نظر میں انتہائی فعال شخص ہیں، رشی کیش اپادھیائے اجودھیا کے میَر اور مودی، یوگی کے انتہائی قریبی سمجھے جاتے ہیں، دنیا کی تاریخ کا یہ پہلا معاملہ ہے کہ کسی زمین کی قیمت پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے فی سکنڈ بڑھی ہو، لطیفہ یہ بھی ہے کہ اس بڑھی قیمت پر زمین کی خریداری کے لیے ای اسٹامپ سرٹیفیکٹ ۱۸/مارچ کو ۵۔۱۱/منٹ پر نکالا جاچکا تھا، جس وقت روی موہن تیواری اور سلطان انصاری اس زمین کے مالک بھی نہیں تھے۔

اس گھوٹالے کے سامنے آنے کے بعد غیر مسلموں کے اندر سے ہی اسپیشل تحقیقاتی ٹیم تشکیل دے کر رام مندر کے نام پر حاصل کیے گئے تمام فنڈ کی باضابطہ جانچ کرانے کی مانگ زور پکڑ رہی ہے، حزب مخالف، سنگھ پریوار کے ذریعہ گھر گھر جاکر تین سو کروڑ روپے جو جمع کیے گئے تھے، اس کا حساب بھی مانگ رہا ہے، اس تنازعہ نے رام مندر ٹرسٹ اور راشٹریہ سیوک سنگھ کی بدعنوانی کے نئے معاملہ کو آشکارا کردیا ہے، لیکن نام چوں کہ رام کا ہے، اس لیے وہاں کی برہمن آبادی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، البتہ گودی میڈیا اس گھوٹالے کو فرضی ثابت کرنے کے لیے حسب سابق ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں مشغول ہے، ری پبلک ٹی وی اور ٹائمس ناؤ نے پوری طاقت لگا رکھی ہے کہ ٹرسٹ کو کسی طرح اس الزام سے بری کرایا جائے، لیکن عوام اب اتنی بھی سیدھی نہیں ہے کہ وہ اس قسم کے ہتھکنڈوں کو سمجھ نہ سکے۔

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا شاہین جمالی: جید عالم دین، نامور خطیب اور بہترین ادیب وصحافی

بڑے عالم دین، نامور خطیب، بہترین منتظم، اچھے ادیب، مشہور صحافی و شاعر، مدرسہ امدادالاسلام صدر بازار میرٹھ کے ناظم وشیخ الحدیث، امارت شرعیہ کی مجلس ارباب وحل وعقد کے رکن، اکابر امارت سے گہرا تعلق رکھنے والے اور مختلف انداز میں امارت کے معاون، گنگا جمنی تہذیب کے داعی، ہندو مسلم اتحاد اور قومی یک جہتی کے علم بردار مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی کا آنند اسپتال میرٹھ میں ۲/ جون ۲۰۲۱ء مطابق ۲۰/شوال ۱۴۴۲ھ بروز بدھ دن کے ایک بج کر سینتالیس منٹ پر انتقال ہوگیا، ان کی عمر چوہتر سال تھی، انہیں سانس لینے میں تکلیف تھی، بلڈ پریشر ہائی تھا، وہ شوگر کے پرانے مریض تھے، ۲۴رمئی کو انہیں اسپتال میں بھرتی کیا گیا تھا، دوبار وینٹی لیٹر پر جا چکے تھے، بالآخر وقت موعود آ گیا اور ملک الموت نے اپنا کام کر دکھایا، اور ملک الموت کی کیا مجال، مولانا کی دنیا سے رخصتی کا یہی وقت اللہ نے مقرر کیا تھا، بقیہ سب تو بہانہ ہے، اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَاءَ لَا یُؤَخَّر جب اللہ کا مقرر کیا وقت آ جائے تو وہ مؤخر نہیں ہوتا، پس ماندگان میں دولڑکے محمود الرحمٰن، مشہود الرحمٰن ایک لڑکی اور اہلیہ محترمہ ہیں، مولانا کی تدفین ان کے پانچ سال پہلے قائم کردہ مدرسہ معہد المجید گھوسی پور ہاپور روڈ میرٹھ کے احاطہ میں ہوئی۔ جنازہ کی ایک نماز امدادالاسلام میں بعد نماز مغرب اور دوسری نماز بعد نماز عشاء معہد المجید میں انکے صاحب زادہ مشہود الرحمان نے پڑھائی۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی کی ولادت موجودہ ضلع مشرقی چمپارن کے کھرو ہی گاؤں میں ہوئی، انہوں نے ابتدائی عربی تعلیم جوکھا نیپال کے ایک مدرسہ میں پائی، عربی دوم سوم کی تعلیم مدرسہ نورالاسلام شاہ پیر گیٹ میرٹھ میں ہوئی؛ پھر دارالعلوم دیوبند چلے آئے، چار سال میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد تخصص کے لیے مطالعہ علومِ قرانی کے شعبہ میں داخل ہوئے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ قرآن کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا (جو کتابی شکل میں مطبوعہ ہے) اور اول پوزیشن حاصل کی، میرٹھ اور دیوبند سے انہیں خاص تعلق تھا، اتفاق سے دونوں جگہ ان کی مادر علمی تھی؛ چنانچہ تدریس کے لیے انہوں نے میرٹھ اور صحافت کے لیے دیوبند کی سرزمین کا انتخاب کیا، وہ مولانا محمد عثمان صاحب سابق چیرمین دیوبند اور نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے اخبار دیوبند ٹائمز کے ۴۵رسال تک ایڈیٹر رہے، ان کے تعلقات دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ سے مضبوط تھے، دیوبند ٹائمز میں مستقل لکھتے رہنے کی وجہ سے ان کی ادبی صلاحیت، انشا پردازی اور شاعری کو فروغ ملا، ادھر میرٹھ میں رہ کر انہوں نے تدریس اور خطابت کے میدان میں لوگوں سے اپنا لوہا منوایا اور وہ بڑے خطیب، اچھے مدرس، محدث اور فقیہ کی حیثیت سے سامنے آئے، انہوں نے اس درمیان تقابل ادیان پر مطالعہ شروع کیا، اس کے لئے سنسکرت کا جاننا ضروری تھا، چنانچہ انہوں نے سنسکرت سیکھنے کے لیے پنڈت بشیر الدین کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے سنسکرت میں ایم اے کیا، ویدوں اور ہندوؤں کی مذہبی چار کتابیں، رگ وید سام وید، یجروید، اتھروید کا تفصیلی مطالعہ کیا ان کتابوں کے گہرے علم اور ہندو میتھالوجی پر گہری بصیرت کی وجہ سے وہ چترویدی کے نام سے مشہور ہوئے، اس میدان میں ان کی مقبولیت غیر مسلم مذہبی رہنماؤں میں بھی تھی، ملک وبیرون ملک میں ان کی قدر وقیمت بڑھتی گئی، زندگی کے آخری دور میں بلانے والے خود ہی کہتے تھے کہ "نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز"۔

مولانا نے عرصہ دراز سے میرٹھ کو وطن ثانی بنا لیا تھا، بہار میں ان کی آمد ورفت عام طور سے جلسوں میں شرکت کے لیے ہی ہوا کرتی تھی، اس موقع سے وقت نکال کر وہ اپنے عزیز واقربا سے مل آتے تھے اور گاؤں میں حاضری ہو جاتی تھی، آخری بار وہ حال ہی میں امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کے وصال کے بعد دفتر امارت شرعیہ بغرض تعزیت تشریف لائے تھے، ان کے غیر ملکی اسفار بھی ہوا کرتے تھے، رمضان المبارک میں برطانیہ کی بعض مسجدوں میں دس دس دن ان کا خطاب ہوتا تھا اور لوگ انتہائی شوق سے ان بیانوں میں حاضر ہوا کرتے تھے، مولانا کی یہ ترقیات کسی بڑے خاندان اور بینر کے طفیل نہیں تھی؛ انہوں نے اللہ کے فضل اپنی محنت اور ذاتی لگن سے یہ مقام حاصل کیا تھا، انگریزی میں ایسے لوگوں کو سلف میڈ (SELF MADE) کہا کرتے ہیں، ان کے انتقال پر استاذ محترم مولانا بدر الحسن قاسمی نے بجا فرمایا کہ "ایک کامیاب اور مثالی آدمی رخصت ہو گیا، عوام وخواص میں مقبول شخصیت ہم سے جدا ہو گئی جو یقیناً علمی و دینی حلقوں کا زبردست نقصان ہے، ان کی موت سے صحافت، ادب، تدریس اور خطابت کے میدان میں زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے، اور غیر مسلموں پر اثر انداز ہونے والی ایک اہم شخصیت ہم سے جدا ہو گئی ہے"۔

مولانا مرحوم نے وید کے حوالے سے مسلمانوں کے معتقدات کو ثابت کرنے کے لیے کئی اہم کتابیں لکھیں، ان کی پچیس کتابیں ہیں، جن میں کیا اسلام پر اعتراض ہے؟ دارالعلوم دیوبند کی تاریخِ سیاست، دارالعلوم دیوبند کے چند اکابر اور ہمعصر، انقلاب توحید، گھر واپسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کی تقریر کے موقع سے ان کتابوں کی اچھی خاصی مارکٹنگ ہوتی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کتابیں لوگوں کو پسند تھیں اور لوگ اپنا مطالعہ وسیع کرنے کے لیے انہیں خرید کر پڑھا کرتے تھے، مولانا نے ترمذی شریف کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ جس کا نام "المسک الذکی" ہے۔

مولانا شاہین جمالی کا اصل نام محفوظ الرحمٰن تھا مولانا جمال الدین خستہ مکیاوی ان کے استاد تھے وہ انہیں شاہین جمالی کہا کرتے تھے، مولانا نے اسے اپنے نام کا جز بنا لیا اور یہ نام ان کے اصل نام پر غالب آ گیا۔ مولانا سے میرے تعلقات دور طالب علمی سے تھے، وہ دیوبند ٹائمز کے ایڈیٹر کی حیثیت سے اس کے کاموں کو دیکھنے کے لیے دیوبند آیا کرتے تو دارالعلوم اپنے اساتذہ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتے۔ میں ان دنوں سجاد لائبریری کا صدر تھا، اس لیے سجاد لائبریری کی ترقی اور اس کے تحفظ کے لیے ان سے تبادلہ خیال ہوا کرتا تھا؛ لیکن معاملہ خورد وکلاں کے مابین جو تعلقات ہوتے ہیں، ویسا ہی رہا، پھر جب میں فراغت کے بعد اپنے وطن لوٹا اور مختلف میدانوں میں میری شرکت ہونے لگی تو ہم لوگ کئی جگہ پروگرام میں ایک ساتھ رہے، بتیا کی امارت شرعیہ کانفرنس میں ان کی کئی تقریریں ہوئیں، ان کے صاحبزادہ بھی ساتھ تھے، اس موقع سے انہوں نے بھی تقریریں کیں، بسیہا شیخ ضلع شیوہر کے ایک جلسہ میں بھی ہم لوگ ساتھ رہے، سخت بارش اور آندھی کا زور تھا تو ہم لوگوں کی تقریریں ہوئیں، پنڈال کے اڑ جانے اور میدان میں پانی جمع ہونے کی وجہ سے جلسہ بے جان ہو گیا تھا؛ لیکن مولانا کی سوچ تھی کہ آ گئے ہیں تو مصرف ہونا چاہیے، لاک ڈاؤن سے قبل کئی سالوں تک برطانیہ میں مولانا سے ملاقات ہوتی رہی؛ بلکہ لسٹر وغیرہ میں تو ہم لوگ گھوم پھر بھی ایک ساتھ کرتے تھے، ہمارے میزبان بھائی فاروق برمی ہوتے تھے اور ان کے احمد بھائی گجراتی، دونوں کے مکان قریب قریب تھے، اس لیے ملاقات آسان تھی، برطانیہ میں کئی جگہ مولانا نے مجھے متعارف کرایا اور اس آن بان شان سے کرایا کہ ان کی تقریر کا سلسلہ ختم ہوتا تو کبھی کبھی مساجد والے مجھے بھی مدعو کرتے، اس معاملہ میں مولانا وسیع الظرف اور کشادہ قلب تھے، وضع قطع رکھ رکھاؤ سلیقہ کا تھا، اس معاملہ میں ہمارے جیسا لا ابالی پن ان کے اندر نہیں تھا، صافہ اور عمامہ لپیٹنے کے بعد ان کی شخصیت اور وجیہ ہو جاتی تھی، اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمیناروں میں ان کی شرکت پابندی سے ہوتی تھی، ان کے مقالے وقیع ہوتے اور مفتیان کرام ان کی بحثوں سے مستفید ہوا کرتے تھے، گویا فقہ، حدیث، ادب، صحافت، شاعری، تقابل ادیان اور انتظام و انصرام سب میں انہوں نے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا، ایسی بافیض شخصیت کا ہم سے جدا ہو جانا انتہائی افسوسناک ہے، اللہ ربّ العزت ان کی خدمات کا انہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین ان کا ٹھکانہ ہو آمین یارب العالمین۔

کتابوں کی دنیا

مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

فہرست مخطوطات ومطبوعات کتب خانہ مدرسہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی

لائبریریاں قومی وملی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، کیونکہ کتابوں کے مطالعہ سے ذہن وفکر میں وسعت وبلندی پیدا ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعہ شخصیت سازی میں پاکیزگی آتی ہے، اس لئے تاریخ کے ہر دور میں اصحاب فکر ونظر، محققین ومصنفین نے علوم وفنون کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت وصیانت کے لئے چھوٹے بڑے کتب خانے قائم کئے، عہد عباسی میں خلیفہ ہارون رشید (۱۹۳ھ) نے دارالحکمۃ یا بیت الحکمۃ کے نام سے شاندار اور عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا اس کے علاوہ مصر، قرطبہ، عراق، بصرہ، الجزائر، شام، لبنان، وایران وغیرہ میں بے شمار کتب خانے قائم ہوتے رہے، جن سے اصحاب علم وذوق مستفید ہو رہے ہیں، برصغیر ہند وپاک میں بھی ہزاروں کتب خانے موجود ہیں، خدا بخش لائبریری پٹنہ، رضا لائبریری رامپور، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، نیشنل لائبریری کلکتہ، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مظاہر العلوم سہارنپور اور اس طرح کے ملی وقومی کتب خانے سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، جن سے اصحاب فضل وکمال استفادہ کر رہے ہیں، ہندوستان کے مشرقی کتب خانوں میں ایک کتب خانہ مدرسہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی میں قائم ہے جس میں اردو، عربی، فارسی زبانوں میں مختلف علوم وفنون کی ۱۵رہزار کتابیں دستیاب ہیں، ان میں بعض ایسی نادر مخطوطات ومطبوعات بھی ہیں جن کی حیثیت مراجع ومصادر کی ہیں، ماضی میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا قاضی اطہر مبارکپوری وغیرہ جیسے عظیم محقق ومصنف نے اس کتب خانہ سے کسب فیض کیا اس وقت بھی یہ کتب خانہ صوبہ وبیرون صوبہ کی علمی شخصیات کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی افادیت ونافعیت کو عام کرنے کے لئے جدت کاری ہوتی رہی ہے۔

ابھی حالیہ سالوں میں کتب خانہ کے ناظم مولانا قاضی محمد اشفاق صاحب نے اسے نئی ترتیب دی اور اس کی روشنی میں کتابوں کی ایک جامع وضاحتی فہرست مرتب کر کے شائع کی جو ۵۳۲رصفحات پر مشتمل ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ہر فن کی کتابوں کی علاحدہ علاحدہ فہرست اور مخطوطات کا تعارف کرایا ہے، تاکہ اصحاب ذوق کے لئے کتابوں تک رسائی آسان ہو جائے، ہر جگہ کے کتب خانوں کے ذمہ دار اصحاب، کتب خانوں کو معیاری اور پرکشش بنانے کی جدوجہد کرتے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ مطالعہ اور کتب بینی کا ذوق وشوق تیزی سے گھٹتا جا رہا ہے، سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، پورٹل اور موبائل نے اس تنزلی کی رفتار کو اور تیز کر دیا ہے، جس کی وجہ سے کتابوں سے براہ راست استفادہ کی برکت سے ہم محروم ہوتے جا رہے ہیں، ہمارے اکابر واسلاف کے اندر براہ راست مطالعہ کا اتنا ذوق تھا کہ سوتے جاگتے کتابیں ان کے سینے پر رہتی تھیں، کھانے پینے تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اس وقت ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ نئی نسل کے اندر اس ذوق کو مہمیز کیا جائے، کتب خانوں سے استفادہ کی ترغیب دی جائے، ماشاء اللہ مدرسہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی کی لائبریری میں قدامت جوہری بھی ہے اور قدیم کتب کا گوہر بھی، اللہ اس کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور اس کی افادیت کو عام فرمائے، جو لوگ کتب خانے سے وابستہ ہیں اور علمی ذوق رکھتے ہیں انہیں اس موضوعاتی فہرست کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

طباعت وگیٹ اپ معیاری اور خوبصورت ہے۔ خواہشمند حضرات ۴۰۰روپے بھیج کر جامع مسجد ممبئی ٹرسٹ ۴۶ جنجیکر اسٹریٹ، کرافورڈ مارکیٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۲ یا فون نمبر +912223425453 پر رابطہ کر کے طلب کر سکتے ہیں۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

تاریخ وسیر کی کتابوں میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے بے شمار واقعات اوران کے کشف وکرامات کے تذکرے موجود ہیں جن کے مطالعے سے ایمان ویقین میں پختگی آئی ہے اور عملی زندگی میں کچھ کر گذرنے کا جذبہ ابھرتا ہے قارئین کی دل چسپی کے لئے یہاں چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

یہ تو پستے کا فالودہ کھائے گا:

حضرت امام ابو یوسفؒ زمانہ طالب علمی میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالانکہ ماں نے انہیں دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ جاؤ کپڑے دھوؤ، چلتے ہوئے راستہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہونچ گئے، انہوں نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد بن گئے، حتی کہ علم میں بہت بڑا مقام حاصل کیا، ماں نے کہا میں نے تجھے دھوبی کے پاس بھیجا تھا، تیرا باپ فوت ہوگیا تو کچھ کام کرتا، ہم کھاتے پکاتے، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو یہ بات سنائی تو حضرت نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے، انہوں نے جا کر کہدیا ان کی والدہ کو نہ تشفی ہوئی نہ تسلی، چنانچہ وہ خود امام ابوحنیفہ کے پاس آئیں اور کہا میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا، آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھلا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کے لئے کہہ رہے ہیں، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی، والدہ مطمئن ہوگئیں ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسفؒ چیف جسٹس بنے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید امام ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا، حضرت میں نے آپ کے لئے ایک چیز بنوائی ہے، میں روز آپ کے لئے بھیجوا دیا کروں گا، وہ چیز آنے لگی جب انہوں نے کھایا تو بڑی لذیذ معلوم ہوئی، امام صاحب نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگے یہ میرے لئے کبھی بنتی تھی، لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کے لئے یہ روزانہ آیا کرے گی، کہنے لگے میں نے تو پوچھا بتاؤ کہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے، فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی بات یاد آئی کہ انہوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا، امام ابو یوسف کو یہ مقام ومرتبہ علم وفضل میں درجہ کمال پر فائز ہونے کی برکت میں ملا۔

راہ علم میں یہ دھوکہ کیسا؟

ایک محدث دور دراز کا سفر کر کے دوسرے محدث کے پاس گئے، یہ گھوڑا پکڑ رہے تھے، مگر کپڑے میں یا کسی برتن میں کچھ سنگریزے ڈال کر گھوڑے کو اشارہ کیا تا کہ گھوڑے یہ سمجھیں کہ اس میں دانہ ہے اور وہ آجائیں چنانچہ گھوڑے آگئے تو اس محدث نے اس کو پکڑ لیا، مہمان محدث نے جب یہ دیکھا تو حدیث کی روایت لئے بغیر واپس ہوگئے، کسی نے پوچھا کہ حدیث کیوں نہیں لی؟ فرمایا جو بندہ حیوان کو دھوکہ دے سکتا ہے، وہ بندہ حدیث کے بیان کرنے میں بھی دھوکہ سے کام لے سکتا ہے، محدثین کا یہ احتیاط ہم سب کے لئے قابل قدر نمونہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو اور بالخصوص صاحب فضل وکمال کو احتیاط وتقویٰ کی زندگی گذارنی چاہئے تا کہ نمونہ عمل بن سکیں۔

سجدہ میں محبوب نے پیار لے لیا:

حضرت شاہ فضل رحماں گنج مرادآبادی ایک بہت بڑے ولی کامل تھے، ایک مرتبہ حضرت تھانوی وہاں تشریف لے گئے، حضرت نے فرمایا، اشرف علی جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ نے میرا پیار لے لیا اور- اشرف علی- جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے پروردگار سے ہم کلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں اگر کچھ حوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا، بی، بی- مجھے تھوڑا سا قرآن سنادو۔ (سبحان اللہ)

حضرت مجدد الف ثانی کے ادب کی انتہا:

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ میں احادیث لکھ رہا تھا، قلم کی سیاہی رک گئی، میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی انگوٹھے میں لگ گئی، اسی حال میں مجھے قضائے حاجت محسوس ہوا، جب میں بیت الخلاء میں بیٹھنے لگا تو میری نظر انگوٹھے پر پڑی، میں نے سیاہی دیکھی، دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کرتا ہوں اس گندے پانی میں شامل ہوگی، جو ادب کے خلاف ہے، میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلاء سے باہر آیا اور آ کر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا، جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا ہے، علم بھی ہو اور ادب بھی تو پھر نور علی نور ہوا کرتا ہے۔

سب سے بڑی کرامت:

کشف وکرامت کا ظاہر ہونا یہ کوئی مقام ولایت کا لازمی حصہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ بعض ولیوں سے کبھی کبھی خرق عادت چیزیں صادر فرما دیتے ہیں، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے یہ واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ۹/سال تک رہا ایک دن وہ کہنے لگا حضرت مجھے اجازت دیں میں کسی اور شیخ کے پاس جاتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا، خیریت تو ہے- وہ کہنے لگے حضرت میں نو سال تک آپ کی خدمت میں رہا اور میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، حضرت نے فرمایا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان ۹/سالوں میں مجھے کوئی کام خلاف سنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں، فرمانے لگا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوسکتی ہے کہ ۹/سال میں ایک کام بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نہیں کیا، گویا یہ سب کرامتوں سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے کرامات:

آپ علوم ظاہری وباطنی سے آراستہ اور کشف وکرامات سے پیراستہ بزرگ تھے، آپ کا اسم مبارک عثمان اور کنیت ابوالنور ہے، مقبولیت دعا کی یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ فرماتے معاً ظہور پذیر ہوتا، ذیل میں ہم آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) ایک روز آپ کا گذر ہندوستان کے علاقے گجرات میں ایک مقام پر ہوا، جہاں آتش پرست رہتے تھے، وہ لوگ اپنے آتش کدہ میں ہر روز تیس (۳۰) گاڑی لکڑیاں ڈال کر آگ روشن کیا کرتے تھے، آپ ایک درخت کے سائے میں مصلی بچھا کر نماز میں مشغول ہوئے، آپ کے خادم خاص حضرت سید محمد فخر الدین تلاش آگ میں قریب آتش کدہ پہونچے، آتش پرستوں نے ان کو آگ دینے سے انکار کر دیا، یہ سن کر حضرت خود تشریف لائے اور ان کو نصیحت کرنے لگے لیکن وہ نہ مانے اور انہوں نے حضرت سے کہا کہ وہ خود آگ میں کود کر دکھائیں کہ کس طرح وہ آگ سے بچ سکتے ہیں، حضرت ان آتش پرستوں کے سردار (نیتا) کے سات برس کے بچے کو لے کر آگ میں کود پڑے اور مسلسل چار گھنٹے اسی آگ میں بیٹھے رہے، لیکن ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا، یہ واقعہ دیکھ کر تمام آتش پرست ایمان لے آئے اور اس آتش پرست کا جس کا نام "نیتا" تھا مسلمان ہونے کے بعد عبداللہ نام رکھا گیا۔ اور لڑکے کا نام ابراہیم اس واقعہ سے ان کی عظمت وبزرگی کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ایک بار وہ اور حضرت دونوں پیر ومرید سفر میں تھے کنارے دریائے دجلہ کے پہنچے۔

اتفاقاً وہاں کشتی موجود نہ تھی حضرت نے فرمایا کہ خواجہ آنکھیں بند کرلو اور جب تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دوسرے کنارے پر کھڑا ہوا پایا۔

اس طرح خواجہ بزرگ غریب نواز معین الدین چشتی سے منقول ہے کہ ایک دن ایک شخص خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت اقدس میں ہوا اور بتلایا کہ اس کا لڑکا چالیس برس سے غائب ہے، اب تک اس کی کوئی خبر نہیں حضرت نے اس کی مدد کے لئے دعا کی، اور کہا جا تیرا لڑکا گھر واپس آیا ہے، اس نے جب لڑکے کو گھر میں دیکھا تو خوش ہو کر گلے سے لگا لیا اور حضرت کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے اپنے لڑکے کو لے کر پہنچا اس لڑکے نے کہا کہ "یا خوجہ سمندر کے ایک جزیرے میں مجھ کو دیوؤں نے زنجیروں سے باندھ کر قید کیا تھا، آج اتفاق سے آپکے ہم شکل ایک درویش وہاں پہونچے اور مجھ کو رہائی دلائی انہوں نے مجھ سے آنکھیں بند کرنے کو کہا، میں نے آنکھیں بند کرلیں، لیکن جب آنکھیں کھولیں تو خود کو گھر میں پایا۔

(۴) حضرت سلطان العارفین غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا فوت ہوگیا، میں وہاں بیٹھا ہوا پڑھ رہا تھا کہ عذاب کے فرشتے اس کی قبر پر آئے اور چاہتے تھے کہ اس پر عذاب نازل کریں، اسی وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ میرا مرید ہے، اس کو عذاب نہ دو، فرشتے لوٹ گئے اور چند لمحے بعد آ کر کہا یہ مرید آپ کا نافرمان ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ میرے خلاف ضرور تھا لیکن اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اب مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ جس نے میرا دامن پکڑا اس کو مصیبت کے وقت چھوڑ دوں، اسی وقت دریائے رحمت ومغفرت جوش پر آیا اور حکم آ پہنچا: اے فرشتو! مجھے اپنے دوست عثمانؒ کی خاطر یہ بھی منظور ہے، میں نے اس کے مرید کو اس کی دوستی کی خاطر بخش دیا، اس شخص کو اب چھوڑ دو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مرید کو بخش دیا گیا۔

حقارت کا انجام:

جریر کہتے ہیں کہ ایک روز ہم اعمش سے ملنے گئے تو انہیں دیکھا کہ بارش کا پانی جمع ہو کر ایک چھوٹا سا تالاب بن گیا وہ اس پانی کے کنارے بیٹھے ہیں، ہم اس تالاب کی دوسری جانب بیٹھ گئے اتنے میں ایک کالا سا آدمی آیا اس نے اعمش کو پھٹے حالوں میں دیکھا وہ ایک پرانا اونی عبا پہنے ہوئے تھے تو انہیں مزدور پیشہ معمولی آدمی سمجھ کر اس سے کہا کہ چل مجھے اس تالاب کے اس کنارے پر اتار دے، یہ کہہ کر اعمش کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ان کی کمر پر سوار ہوگیا، سوار ہو کر وہ دعا پڑھی جو جانور پر سواری کے وقت پڑھی جاتی ہے چنانچہ اعمش اسے لاد کر تالاب کے اندر لے کر چلے اور بیچ تالاب میں پہنچ کر اسے وہیں دے مارا اور اسکو وہیں پانی میں اُچھل پچھل ہوتے ہوئے چھوڑ کر باہر نکل آئے اور اس سے کہا کہ اب وہ دعا پڑھو جو سواری سے منزل پر پہنچ کر پڑھی جاتی ہے۔

حدیث معلوم کرکے درہم خرچ کیا:

ابوالحسن مدائنی کہتے ہیں کہ اعمش کے پاس ایک شخص نے آ کر یہ کہا کہ اے ابومحمد! میں فلاں حدیث کے سلسلے میں تم سے معلومات کرنے کے لئے آدھا درہم خرچ کر کے گدھے پر آیا ہوں، اعمش نے جواب دیا کہ اچھا تو اب نصف درہم میں واپسی کا گدھا کر کے چلے جاؤ، گویا علوم حدیث کو تم نے ایسی ارزاں چیز سمجھا کہ آدھا درہم کرایہ پر خرچ کر دیا تو اس لئے جتائی دی، لہذا اس کو کچھ بتائے بغیر واپس لوٹا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تدبیر:

حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ سے منقول ہے کہ مکے کے سفر میں ایک مقام پر میں دیکھا کہ لوگوں نے ایک تیار اور جوان اونٹ کا گوشت بھون رکھا تھا اس میں سرکہ ڈال کر کھانا چاہتے تھے، مگر کوئی ایسا برتن موجود نہ تھا جس میں ڈال کر کھا سکیں، اس جماعت میں ابوحنیفہ بھی موجود تھے لوگوں کی سمجھ میں کوئی صورت نہ آئی تو امام ابوحنیفہؒ نے مشورہ دیا کہ ریت کا ایک گڑھا کھود کر اس میں چمڑے کا دسترخوان ڈال کر پیالہ کی شکل کا بنا لیں اور اس میں گوشت ڈال کر اس پر سرکہ الٹ دیں۔

چنانچہ اس تجویز کے مطابق سب لوگوں نے اطمینان سے کھانا کھایا تب لوگوں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو ہر بات میں سلیقہ پیدا کردینے کا ملکہ حاصل ہے، تو فرمایا کہ اس پر میرا کیا اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے یہ تدبیر میرے ذہن میں ڈالی۔

سامراجی منصوبے اور عالمی صہیونیت

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

انیسویں صدی کے اواخر میں حجاز، عراق اور شام کے سلسلہ میں یورپ نے جو سامراجی منصوبے بنائے تھے، آگے چل کر عالم عرب کے سیاسی نقشہ پر ان کے بڑے دوررس نتائج مرتب ہوئے، ان منصوبوں کی پلاننگ اور تنقید میں فرانس اور برطانیہ سب سے پیش پیش تھے، اس لئے کہ اس وقت پوری یورپ دنیا میں یہی دونوں ملک سپر پاور تھے، پھر روس، جرمنی اور آخر میں امریکہ بھی اس سامراجی منصوبہ میں شریک ہوگئے۔

مغرب کے ان سامراجی منصوبوں کی تکمیل میں عالمی صہیونیت کا بڑا اہم رول رہا ہے، اس نے یہودیوں سے ہمدردی اور مدد کے جذبات، انسانی، سیاسی اور مذہبی بنیاد پر پیدا کئے، ساری یورپی حکوتیں اپنے یہاں کے یہودیوں کو فراخ دلی کے ساتھ فلسطین بھیجتی رہیں اور فلسطین میں یہودیوں کو بسانے میں ہر طرح کا تعاون اور وسائل بہم پہنچاتی رہیں، پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے بعد جب فلسطین خلافت عثمانیہ کے ہاتھوں سے نکل گیا تو ان مغربی حکومتوں نے اپنے قونصل خانوں اور سفیروں کی مدد سے فلسطین میں زمینیں خرید خرید کر یہودیوں کے حوالہ کرنا شروع کردیا۔

ترکوں کے ترکہ کی تقسیم کا پلان

پہلی عالمی جنگ میں ترکی کی شرکت اور جرمنی کی مدد کا اس کو خمیازہ بھگتنا پڑا، وہ پہلے ہی سیاسی اور اقتصادی بحران کا شکار تھا اور یورپ کا مرد بیمار کہلایا جاتا تھا، اس کی کمزور پوزیشن کو دیکھ کر یورپ کے مسیحی ممالک نے جو ترکوں کے ہاتھوں مسلسل شکست اور ذلت کا سامنا کررہے تھے، ترکوں کے قبضہ میں رہنے والے ممالک میں بغاوت کرا کے اپنے قبضہ کے امکانات پیدا کئے، ترکوں کے امکانی ورثہ کی تقسیم کا ایک پلان تیار کیا گیا جو برطانیہ کے اخبار میں شائع بھی ہوا تھا، اس میں روس، برطانیہ اور فرانس شریک تھے، انتقام کا ایک بہترین موقع تھا، لہذا اس سلسلہ میں خفیہ مذاکرات وملاقاتیں ہوئیں اور جنگ کے بعد کی صورت حال کی منصوبہ بندی کے لئے معاہدے کئے گئے، اگرچہ اس وقت عالمی صہیونی تنظیم کو کہیں استقرار حاصل نہیں تھا، اور اس کے رہنما جرمنی میں پھنسے ہوئے تھے، لیکن دوسری جانب حایم وائزمان (Weizmann) نے برطانیہ میں اپنے اثر ورسوخ سے اس کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کرکے اسے ایک طاقتور قیادت عطا کی۔

برطانیہ کی سازش

برطانیہ تین مختلف بلکہ متضاد راستوں اور موقفوں کے ذریعہ شام اور عراق میں اپنے اثر ونفوذ کو بحال رکھنے کے لئے کوشاں رہا، پہلا موقف یہ تھا کہ اس نے عثمانی خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے لئے امیر حجاز شریف حسین بن علی سے گفتگو کی، اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ عثمانی سلطنت کی بے دخلی کے بعد جزیرۂ عرب، شام اور عراق کے اکثر علاقے ان کے زیر قیادت مکمل خودمختاری حاصل کرلیں گے، برطانیہ نے اس موقع پر مبہم گول مول پالیسی اختیار کی، حتی کہ یہ طے پایا کہ اس وقت فوری طور پر بغاوت کا اعلان کردیا جائے، بقیہ معاملات جنگ کے خاتمہ کے بعد باہمی مذاکرہ اور رضامندی سے طے کر لئے جائیں گے، لہذا اس معاہدہ کے مطابق شریف حسین نے ۱۰؍جون ۱۹۱۶ء کو حجاز میں بغاوت کا اعلان کردیا اور علانیہ طور پر برطانیہ کا حلیف بن گیا۔

سائیکس پیکو معاہدہ

دوسری طرف برطانیہ نے عراق اور شام کے مستقبل کے سلسلہ میں فرانس کے ساتھ گفتگو کی (بعد میں اس گفتگو میں روس بھی شامل ہوگیا) اور مئی ۱۹۱۶ء میں سائیکس- پیکو معاہدہ (Sykes-picot Agreement) ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ عراق کا اکثر حصہ، شرق اردن اور فلسطین میں حیفا کا علاقہ برطانیہ کو ملے گا اور لبنان اور شام فرانس کے حصہ میں آئیں گے، فلسطین پر چونکہ متعدد یورپی سامراجوں کی نظر تھی، اس لئے مختلف دعویداروں سے بچنے کے لئے یہ طے کیا گیا کہ اسے کسی ملک کو دینے کے بجائے بین الاقوامی نگرانی میں منتقل کردیا جائے۔

اس درمیان برطانیہ نے چال یہ چلی کہ اس نے فلسطین کے مستقبل کے متعلق عالمی صہیونی تنظیم کے ساتھ خفیہ مذاکرت کئے، وہ دراصل امریکہ میں یہودیوں کے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے امریکہ کو اپنی طرف سے جنگ میں شامل کرنا چاہتا تھا۔

صلیبی جنگ کا بھوت اب بھی سوار

پہلی عالمی جنگ کے خاتمہ اور سلطنت عثمانیہ کے سقوط کے بعد برطانوی فوجیں عرب فوجوں کے تعاون سے ۱۱؍دسمبر ۱۹۱۷ء کو شہر قدس میں داخل ہوگئیں، برطانوی فوج کا قائد جنرل النبی (Allenby) اور عربی فوج شاہ فیصل اول کے زیر قیادت تھی، فتح کے بعد برطانوی فوج کے سپہ سالار نے جشن مناتے ہوئے کہا کہ ''آج صلیبی جنگوں کا اختتام ہوگیا'' گویا فلسطین پر ان کا حملہ صلیبی جنگوں کی آخری کڑی تھا، اس حملہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ یورپ کے ذہن میں صلیبی جنگوں کا جنون آٹھ سو سال گزر جانے کے باوجود گویا اسی طرح چھایا ہوا ہے جس طرح ۱۱؍ویں صدی میں قائم ہوا، اور نائن الیون (۹/۱۱) واقعہ کے وقت بش کے منہ سے جو جملہ غیر شعوری طور پر نکل گیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ پر صلیبی جنگ کا سایہ اب بھی قائم ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ لوئس نہم نے ۱۲۷۰ء میں اپنی موت کے وقت جو وصیت لکھوائی تھی اس میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ عربوں کے بیچ میں ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جو ان کو متحد ہونے سے روکے اور ان کے اندر انتشار اور تفریق پیدا کرے۔

وعدۂ بالفور

۱۹۱۷ء میں عثمانی خلافت کے نمائندہ کی طرف سے شہر قدس جنرل النبی کے سپرد کئے جانے سے پہلے برطانیہ کے وزیر خارجہ بالفور (Balfour) نے برطانوی حکومت کی طرف سے صہیونی تنظیم کے نمائندہ لارڈ روتھچیلڈ کے لئے ایک سیاسی بیان جاری کیا جو ''وعدۂ بالفور'' کے نام سے مشہور ہے، اس بیان میں پوری صراحت کے ساتھ کہا گیا کہ ''ملک معظم (His majesty) کی حکومت پوری ہمدردی اور ذمہ داری کے ساتھ سرزمین فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام پر غور کررہی ہے اور ان کی حکومت اس مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی'' واضح رہے کہ ان اعلان کے وقت فلسطین برطانیہ کے زیر نگیں نہیں تھا۔

برطانیہ کا قبضہ

ستمبر ۱۹۱۸ء میں برطانوی فوجیں شمالی فلسطین پر قابض ہوگئیں اور اکتوبر ۱۹۱۸ء تک انہوں نے شرق اردن، شام اور لبنان پر بھی قبضہ کرلیا، اس وقت سے برطانیہ نے منظم طور پر عملاً سرزمین فلسطین کو یہودیوں کے حوالہ کرنا شروع کردیا اور برطانیہ فرانس کو اس بات پر راضی کرنے میں بھی کامیاب ہوگیا کہ سائیکس پیکو معاہدہ میں فلسطین کو بین الاقوامی نگرانی میں دینے کی جو بات طے ہوئی تھی وہ اس سے دست بردار ہوجائے۔

۱۰؍جنوری ۱۹۲۰ء کو برطانیہ کے طاقتور حلیفوں کے اتفاق رائے سے فلسطین کو برطانوی مینڈیٹ (تصرف کنٹرول) میں دے دیا گیا اور پھر ستمبر ۱۹۲۲ء میں اقوام متحدہ نے بھی اس فیصلہ کی توثیق کردی۔

برطانیہ کا کردار

بالفور وعدہ کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ نے فلسطین پر اپنے تیس سالہ دواقتدار میں فلسطین میں یہودیوں کی ہجرت اور آمد کے لئے سارے دروازے کھلے رکھے اور یہودی مہاجرین کو ہر ممکن حمایت اور تعاون فراہم کیا جس کے نتیجہ میں یہودیوں کی تعداد جو ۱۹۱۵ء میں ۸ فیصد یعنی ۵۵؍ہزار تھی وہ ۱۹۴۸ء تک ۳۱؍فیصد یعنی چھ سو پچاس ہزار ہوگئی، برطانیہ نے اپنے دور اقتدار میں فلسطین کا عرصۂ حیات تنگ کردیا، ان کے لئے کسب معاش کے راستے بند کردئے، فتنہ فساد کو ہوا دی اور خاندانی اور جماعتی اختلافات کو بڑھاوا دیا اور فلسطین کو آپس میں الجھائے رکھنے کے لئے گھناؤنی سازشیں اور کوششیں کیں، ہائی کمشنری کو جن میں اکثر یہودی تھے بے انتہا اختیارات دئے گئے۔

اسرائیلی ریاست کا قیام

۲۹؍نومبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنی تاریک ترین قرارداد نمبر ۱۸۱ جاری کردیا، جس کو امریکہ کے دباؤ اور روس کی زبردست حمایت کی وجہ سے دوتہائی اکثریت سے منظور کرلیا گیا، جس میں فلسطین کو دو مستقل ریاستوں میں تقسیم کردینے کی بات کہی گئی تھی، جنرل اسمبلی کے اس غیر اخلاقی اور غیر انسانی فیصلہ کی وجہ سے اسرائیلیوں کو فلسطین کو ۵۵؍فیصد حصہ مل گیا جب کہ اس سے پہلے وہ ۱۱؍فیصد سے زیادہ کے مالک نہ تھے۔

تقسیم کا یہ فیصلہ فلسطین کے ہر عربی اور مسلمان کے لئے صاعقہ اثر اور روح فرسا حادثہ تھا جس نے مذاکرات اور مصالحت کے ذریعہ فلسطینی حکومت کے قیام کی ہر امید کو بالکل ختم کردیا، تمام عالم اسلام میں زبردست مظاہرے ہوئے، ہر ملک کی عوام نے اپنی حکومتوں سے اس غیر منصفانہ تقسیم کو روکنے کا مطالبہ کیا اور فلسطین کو یہودی شکنجہ سے آزادی دلانے کے لئے مسلح جدوجہد کی آواز بھی لگائی گئی، لیکن سب بے سود وبے فائدہ۔

۱۴؍مئی ۱۹۴۸ء کو برطانیہ کی مسلح افواج کے فلسطین سے انخلا کے ساتھ آدھی رات کے وقت برطانوی مینڈیٹ (کنٹرول) ختم ہوگیا اور اسی دن یہودی مملکت کی قومی کونسل نے تل ابیب میں اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کردیا۔

فلسطینیوں کا قتل عام اور عالم اسلام کا موقف

فلسطینیوں نے اکتوبر ۱۹۴۸ء کی غزہ کانفرنس میں فلسطین کی عمومی حکومت کا اعلان کردیا، لیکن وہ عرب ممالک جن کے پاس طاقت تھی اور فوج تھی وہ سرزمین فلسطین پر اپنا کچھ بھی اثر نہ ڈال سکے، اس لئے کہ وہ یورپی ممالک کے مشیروں اور کمانڈروں کے زیر اثر تھے، انہوں نے یہودیوں سے براہ راست ٹکر لینے کے بجائے عرب مجاہدین کی پیش قدمی کو روکنے کا کام کیا، ایسی صورت میں جنگ بندی کرادی گئی اور یہودی قبضہ کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی، بلکہ الحاج امین حسینی کو مصری فوج کے دباؤ میں غزہ کو چھوڑنا پڑا اور اخوان المسلمین کے جو رضاکار جنگ میں شریک ہوئے، ان کو قید وبندی کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور فلسطینی عوام کو خانہ بدوشی، نقل مکانی اور خونریز مظالم کا سامنا کرنا پڑا، جس میں سب سے مشہور ۹؍اپریل ۱۹۴۸ء کا ''دیریاسین'' میں فلسطینیوں کا قتل عام ہے، جس میں ۲۵۸؍فلسطینی شہید ہوئے اور تقریباً ۶۰؍فیصد فلسطینیوں کو اپنے وطن سے ہجرت کرکے ان بستیوں میں پناہ لینی پڑی جہاں یہودیوں کی حکمرانی تھی، اس کے علاوہ تقریباً ۳۰؍ہزار لوگ فلسطین کے مقبوضہ علاقوں میں پناہ گزیں ہوئے۔

۱۹۵۲ء کا مصر میں جمال عبدالناصر کی قیادت میں انقلاب اسی بنیاد پر ہوا کہ فلسطین میں ہمیں لڑنے نہیں دیا گیا اور فلسطین کی آزادی ہمارا پہلا ہدف ہے۔

حسن انجام اہل حق کے ساتھ وابستہ ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''غلبہ اور فتح انشاء اللہ اہل حق کی اور انسانیت کے لئے عمومی اور ابدی پیغام رکھنے والی ملت کی ہوگی، جس کی شفقت میں پوری انسانیت کا حصہ ہے، جس کی نظر میں ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، جو حق کے لئے ہر جگہ سینہ سپر ہوجاتی ہے اور ظلم کا مقابلہ ہر موقع پر ہر شکل میں ہر جگہ کرتی ہے، جو انسانیت کی خدمت کے لئے زندہ ہے اور انسانیت ہی کے وابستہ ہے، جس کا دامن فتنہ وفساد سے پاک ہے اور جو دنیا میں علو وفساد کی نہیں، حق وانصاف کی علمبردار ہے۔

موجودہ حالات میں کرنے کے کچھ کام

محمد قمر انجم فیضی

اس وقت دوبارہ ملک ایک طرف کووڈ کی تباہ کاریوں سے دوچار ہے، تو دوسری طرف سیاسی اور معاشی بحران کا شکار ہے۔ میں ملک کے تمام باشندوں کو کووڈ سے سبق لینے اور اپنے حقیقی خالق و مالک کی طرف پلٹنے کی دعوت دیتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی بھیجی ہوئی تعلیمات کو نظر انداز کرکے انسانی معاشرے کی تشکیل کی جتنی صورتیں اختیار کی گئی ہیں ان سب کے بڑے نقائص اور عیوب بے نقاب ہوچکے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت شدید تر ہوگئی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریاں یاد دلانا چاہتا ہوں:

ا:۔ ملک کو معاشی بحران سے بچائیں۔ ہمارے ملک کے وزیر اعظم نے کسی تیاری کا موقع دیے بغیر 24 مارچ 2020 سے اکیس دن کے لاک ڈاؤن کا اعلان کیا تھا۔ اس غیر متوقع اعلان نے 130 ملین لوگوں کو سنگین بحران سے دوچار کردیا تھا۔ اسی طرح عوام کو پریشانی میں مبتلا کرنے والا نوٹ بندی کا اعلان نومبر 2016 میں کیا گیا تھا۔ اس لاک ڈاؤن نے کروڑوں لوگوں کو کھانے سے محروم، بے گھر اور بے روزگار کردیا اور ہزاروں لوگ موت کا نوالہ بن گئے تھے، ملک میں بڑے پیمانے پر لوگ اور خاص طور سے محنت کش طبقہ جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق کی طرف نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوا تھا، اور اب 2021/ میں بھی وہی سب کچھ ہورہا ہے، آکسیجن کی کمی، اسپتالوں کی ناگفتہ بہ حالت، اور انتظامیہ کی لاپرواہی سے آج شمشان گھاٹوں پر صرف اور صرف چتائیں ہی جل رہی ہیں، اور ان کی خوفناک اور کالے دھوئیں سے شہر در شہر کی فضاؤں میں مہیب سائے گھوم رہے ہیں، یہ سب کچھ واضح طور پر حکومت کی بدانتظامی اور غیر ذمہ دارانہ رویے کی وجہ سے ہوا، جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ کووڈ سے متاثر ہوئے، بہت بڑی تعداد بے روزگار ہوئی، ملک کی جی ڈی پی بہت نیچے آگئی۔ اور شرح ترقی منفی ہوجانے کے درپے ہے۔ بحران سے نپٹنے کے لیے مرکزی حکومت، ریاستی حکومتوں کی طرف سے جو بھی کوششیں ہوئی ہیں وہ ناکافی تھیں، موجودہ صورت حال کی سنگینی تقاضا کرتی ہے کہ حکومت اپنی ناکامیوں کی پردہ پوشی کے بجائے پوری توجہ ملک کے حالات کو بہتر بنانے پر مرکوز کرے۔ نعروں کے بجائے وسیع تر قومی مفاہمت کے ساتھ حکمت عملی اختیار کی جائے اور پارٹی لائن سے اوپر اٹھ کر ملک کے تمام طبقات کا اعتماد حاصل کرکے فوری اقدامات کیئے جائیں۔ کووڈ کی تباہ کاریوں اور اس کا مقابلہ کرنے میں ملک کے نظام معیشت اور نظام صحت کی بے بسی کے پیچھے ملک میں پھیلا ہوا کرپشن اور غیر عوام دوست معاشی پالیسیوں کا بھی بڑا کردار ہے۔ وقت کا ناگزیر تقاضا ہے کہ فوری وقتی اقدامات کے ساتھ ساتھ اور ان سے آگے بڑھ کر ملک کو کرپشن سے پاک کرنے کی سنجیدہ کوششیں کی جائیں، ملک کی معاشی پالیسیوں پر نظر ثانی کی جائے، نج کاری کی طرف بڑھتے قدموں کو روکا جائے، صحت و تعلیم کی تجارت کاری سے باز رہا جائے اور بجٹ کے بڑے حصے کو عوام کے رفاہ اور روزگار کے مواقع بڑھانے کے لیے مختص کیا جائے۔ اس سنگین صورت حال سے نپٹنے کے لیے حکومت پر تکیہ کرنا ہرگز کافی نہیں ہے، اس کے لیے عوامی بیداری اور احساس ذمہ داری ناگزیر ہے۔ عوام کو ہر طرح کی تفریق سے بالاتر ہوکر بھائی چارے کے ماحول کو بڑھانا چاہئے اور باہم کفالت کے رجحان کو فروغ دینا چاہئے، جو لوگ بے روزگار ہیں، یا کووڈ کی وجہ سے ناقابل برداشت اخراجات کا سامنا کررہے ہیں، ان کی کفالت کے لئے معاشرے کے تمام افراد بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، یہ انسانیت کا تقاضا ہے، جو سبھی پر عائد ہوتا ہے۔

۲:۔ ملک کو سیاسی بحران سے باہر نکالیں اگر ایک طرف ملک معاشی بحران کے دہانے پر کھڑا ہے تو دوسری طرف وہ سیاسی بحران سے بری طرح دوچار ہوچکا ہے۔ آئینی اداروں کی خودمختاری پر سوالیہ نشانات کھڑے ہوگئے ہیں۔ اظہارِ اختلاف کی آزادی شدید خطرے سے دوچار ہے، عدلیہ کے اعلیٰ ترین اداروں سے جاری ہونے والے فیصلے پوری دنیا میں تنقید کا نشانہ بن رہے ہیں، حزبِ اقتدار ملک کی اقلیتوں کے خلاف مسلسل جارحیت کا مظاہرہ کررہی ہے، حزب اختلاف کا رول ناقابل ذکر ہوکر رہ گیا ہے۔ موجودہ حکومت کی اقلیتوں، دلتوں، کمزور طبقات اور خاص طور سے مسلم مخالف پالیسیاں اور فیصلے ملک کی جمہوری پہچان کے لیے شدید خطرہ بن چکے ہیں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ایک خاص طبقے کا کردار ملک میں یکجہتی کی فضا کو مسموم کرنے والا ہے، میڈیا اور سوشل میڈیا میں نفرت پھیلانے والی باتیں اور ان پر حکومت کی خاموشی اور بسا اوقات سرپرستی ملک کی اقلیتوں کے اندر بے اعتمادی اور غصہ کا سبب بن رہی ہے۔ حکومت کی اولین ذمہ داری اور آئین سے وفاداری کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ وہ آئین اور آئینی اداروں پر ملک کے تمام طبقات کے اعتماد کی حفاظت کرے۔ سیاسی بحران کی یہ صورت حال ملک کے تمام لوگوں کے لیے فکر مندی کا باعث ہونا چاہئے

۳:۔ عالم اسلام کی تشویش ناک صورت حال عالم اسلام کے مختلف خطوں، میں برسوں سے جاری خانہ جنگی تشویش ناک ہے۔ ان خانہ جنگیوں میں لاکھوں جانیں تلف ہوئیں اور بے شمار مالی نقصانات ہوچکے ہیں۔ اس خرابی کے لیے عالمی طاقتیں بھی یقیناً ذمہ دار ہیں، تاہم اسے سنبھالنے اور درست کرنے کی اولین ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ ان خانہ جنگیوں کے اسباب کی صحیح تشخیص کی جائے اور ان کے سدباب کی عالمی سطح پر مہم چلائی جائے۔ بعض مسلم ممالک میں سیاسی بالیدگی اور حقوق انسانی کی صورت حال تشویش ناک ہے، ان ملکوں میں اظہارِ رائے پر پابندی ہے اور اصلاح کی پرامن کوششوں کے جرم میں ہزاروں افراد برسہا برس سے جیلوں میں بند ہیں۔ مسلم ممالک کی یہ صورت حال عالمی سطح پر ان کی تصویر کو خراب کرنے والی ہے اور ان کی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسے تبدیل کرنیکے لئے تشدّد سے مکمل پرہیز کرتے ہوئے مسلسل اور پرامن جدوجہد ضروری ہے۔

۴:۔ ہندوستانی مسلمان حوصلے کے ساتھ اپنا فرض نبھائیں، ہندوستانی مسلمانوں کو وطن عزیز میں جن مسائل کا سامنا ہے، ان میں سب سے سنگین مسئلہ بڑھتی ہوئی فسطائیت ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ طوفان بلاخیز ہوتا چلا جارہا ہے۔ یقیناً فرقہ پرستی اور مسلم دشمنی کا یہ ماحول نیا نہیں ہے۔ ملک میں نفرت اور تعصب کو ہوا دینے اور مسلمانوں کے خلاف فسطائی طاقتوں کے گم راہ کن پروپیگنڈے کی ایک پوری تاریخ موجود ہے۔ البتہ حالیہ برسوں میں جب سے فرقہ پرستی اور فسطائیت کے اس رجحان کو سرکاری چشم پوشی حاصل ہوئی، صورتِ حال خاصی سنگین ہوگئی ہے۔ نفرت اور فسطائیت کے اس انتہائی خطرناک اور موذی وائرس سے چھٹکارا پانے اور برادرانِ وطن کے ذہنوں میں مسلمانوں سے متعلق پیدا کی گئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا ایک مؤثر طریقہ خدمتِ خلق اور فلاحِ انسانیت کی سرگرمیاں اور اسلامی اخلاقیات کے عملی دعوتی مظاہر ہیں، جس کی روشن مثال ملک کے مسلمانوں نے کووڈ کے دوران پیش کی ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں نے لاک ڈاؤن کے دوران مصیبت کی اس گھڑی میں بلاتفریق مذہب وملت اپنے ضرورت مند اور مصیبت زدہ بھائیوں کی مثالی اور والہانہ انداز میں مدد کی۔ مسلم تنظیمیں اور مسلم این جی اوز بھی خدمتِ خلق کے معاملے میں پیش پیش رہیں۔

تعلیمی اور معاشی لحاظ سے مسلمانوں کی صورت حال بہت توجہ طلب اور منظّم جدجہد کی متقاضی ہے۔ ملت اسلامیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نئ فکر وسوچ کے ساتھ تعلیمی اور معاشی ترقی کی منصوبہ بندی کرے۔ ملک کی نئ تعلیمی پالیسی کی کم زوریوں پر تنقید کے ساتھ اس میں موجود امکانات کو اپنی تعلیمی ترقی کے لیے استعمال کرے۔ اسی طرح ملک کے قوانین اور ضوابط سے عدم واقفیت اور ایک حد تک لاپروائی آنے والے وقتوں میں دشواریوں میں اضافہ کرسکتی ہے۔ مسلمانوں کی این جی اوز، تنظیموں اور اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام کام ملک کے قانون کے مطابق ضروری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے انجام دیں۔ وہیں مسلمانوں کو اپنی تمام قانونی دستاویزات کی تکمیل کے لیے سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ حقیقت نگاہوں کے سامنے رہنی چاہئے کہ درپیش چیلنجوں اور پریشان کن حالات سے نپٹنے کے لیے تمام ضروری تدبیریں اختیار کرتے ہوئے، نصب العین سے گہرا تعلق بہر حال ضروری ہے، مسلمانوں کی حقیقی کامیابی کا انحصار ان کی اپنے نصب العین سے وابستگی پر ہے۔

بی جے پی تقسیم کے راستے پر

آرایس ایس کی دہلی نشست کے بعد کئی اہم سوالوں نے جنم لیا ہے، اس کے جوابات یوپی سمیت ۵ ریاستوں میں اگلے سال ہونے والے اسمبلی انتخابات سے واضح طور پر مل جائیں گے، مغربی بنگال اسمبلی انتخابات کے نتائج اور کورونا سے نمٹنے میں زبردست ناکامی نے وزیر اعظم مودی کو آرایس ایس کے گڈلسٹ سے باہر کردیا ہے، اسی لئے یوگی نہ صرف اقتدار میں بنے ہوئے ہیں، بلکہ یوپی اسمبلی انتخابات کا اہم چہرہ بھی وہی ہوں گے اور سبھی فیصلے میں ان کی مرضی شامل ہوگی۔ 2017 میں بھی یوگی مودی آرمی کی پسند نہیں تھے اور وزیر اعلیٰ عہدے کے لئے منوج سنہا کا نام فائنل ہوچکا تھا، لیکن آرایس ایس نے ان کے نام پر مہر نہیں لگایا اور نتیجے میں یوگی وزیر اعلیٰ بنے اور منوج سنہا کو یوپی سے ہزاروں کیلومیٹر دور ہونا پڑا اور بالآخر وہ جموں کشمیر کی نگرانی کررہے ہیں۔ تو کیا مودی کی وداعی تقریب کی شروعات ہوچکی ہے؟ سرد خانے میں چل رہی جنگ کا خاتمہ ہوگیا؟ کیا مودی یوپی کی تقدیر کے فیصلے پر اتفاق کرگئے یا آرایس ایس دونوں کے درمیان کوآرڈینیشن بنانے میں کامیاب رہا؟ آرایس ایس نے مودی کے چہرے کو جیت کا ضامن نہیں مانا، اسی لئے اب اسمبلی انتخابات میں مقامی لڑاکوں کو ہی کمان سونپی جائے گی اور مودی صرف بڑی بڑی ریلیوں میں اسٹار پرچارک ہوں گے۔ تو کیا مودی کی ساکھ پر سنگھ کو بھروسہ نہیں رہا۔ کیا آرایس ایس نے مان لیا کہ گرتی مقبولیت کی وجہ سے مودی کا چہرہ ہے، سوال بے حد سنگین ہے اور یہ بھی طے ہے کہ اتنی آسانی سے مودی کو کنارے نہیں کیا جاسکتا۔ تو پھر مودی کو اسمبلی انتخاب سے دور رکھنے کی کیا کوئی حکمت عملی ہے؟ آرایس ایس نے بنگال کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ مودی کے چہرے پر ہونے والے اسمبلی انتخابات میں شکست سے مودی کی شبیہ کو دھچکا پہنچا ہے۔ مخالفین مودی کو ٹارگیٹ کرتے ہیں۔ تو کیا مودی کی امیج کو 2024 میں لوک سبھا انتخابات کے لئے محفوظ رکھنے کی حکمت عملی ہے یا یوگی کی راہ ہموار کی جارہی ہے؟ سوال بہت گہرا ہے اور عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے۔ بھلے ہی اسے 2024 میں مودی کے لئے انتخابی ہیٹ ٹرک اور یوگی کو یوپی کی کمان دے کر بی جے پی میں ہونے والے اندرونی انتشار کو ختم کرنے کی بات کہی جارہی ہے لیکن کیا یہی سچ ہے؟ صحیح معنوں میں یوگی ہندوتوا کا فطری چہرہ تو ہیں ہی، ان میں ایک ایگریشن بھی ہے اور وہ انتہائی ایمبیشیس بھی ہیں۔ بے حد کم عمر میں سیاسی اننگز کھیلنے والے یوگی 45 کی عمر میں ملک کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ بنے۔

یہ بھی یاد رہے کہ 2017 کا اسمبلی انتخابات بی جے پی نے نریندر مودی کے چہرے پر لڑا تھا، تین چوتھائی سے زیادہ سیٹیں جیتنے کے باوجود مودی اپنی پسند کے منوج سنہا کو وزیر اعلیٰ نہیں بنا سکے۔ آرایس ایس نے یہیں سے مودی کے پر کترنا شروع کیا اور یوگی کو وزیر اعلیٰ بنایا۔ مودی اور یوگی کی مزاج میں یکسانیت ہے۔ دونوں غلبہ چاہتے ہیں۔ اس لئے دونوں میں ٹکراؤ بھی لازمی ہے۔ ایک طرف مودی اپنے چہیتے اور گجراتی جذبات کے ترجمان وزیر داخلہ امیت شاہ کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ وہیں آرایس ایس یوگی کے ذریعے آنے والی سیاست کی نئ عبارت لکھنے میں مصروف ہے۔ آرایس ایس اپنے مزاج کے مطابق بھارت کی سیاست کو اہمیت دینا چاہتا ہے اس فارمیٹ میں مودی ضروری نہیں، مجبوری تھے۔ آرایس ایس کبھی نہیں چاہتا کہ پارٹی کے اوپر کوئی شخص حاوی ہوجائے، جب کہ مودی انفرادیت پسند ہیں۔ آرایس ایس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے 2007 کے بعد سے اپنی برانڈنگ شروع کردی تھی۔ گجرات کی کرسی پر قابض ہونے کے بعد مودی نے گودھرا فسادات سے بنی ہندو ہردے سمراٹ کی شبیہ کا استعمال کرکے تمام مقامی دگجوں کی سیاسی ساکھ کو تباہ کردیا تھا۔ اس کے بعد مودی دنیا کے تمام حصوں میں بسے گجراتی تاجروں سے اپنے تعلقات استوار کرنے میں لگ گئے اور 2007 کے انتخابات سے قبل ہونے والے 'وائبرینٹ گجرات سمٹ' کے ذریعہ اپنی ساکھ کو مضبوطی دی۔ 2007 میں اسمبلی انتخابات جیتنے کے بعد انہوں نے دہلی سلطنت کو للکارنا شروع کیا۔ یہ مودی تھے جنہوں نے آرایس ایس کو چنوتی دی اور اس کی کئی پالیسیوں سے خود کو الگ کرلیا۔ ملکی اقتصادی نظام کو چھوڑ کر مودی گلوبلائزیشن اور آزاد اقتصادی نظام کی بات کرنے لگے اور لگاتار آرایس ایس پر اپنا انحصار کم کرتے گئے۔ مودی اپنے سرمایہ دار دوستوں، این آر آئی گجراتیوں اور دنیا کے تمام تکنیکی اسکیل سے لیس لوگوں کے ساتھ اپنا میل جول بڑھاتے ہوئے وزیر اعظم کے عہدے کی دعویداری کو مضبوط کیا۔ یہ موقع انہیں پارٹی صدر راجناتھ سنگھ نے دیا۔ وزیر اعظم عہدے کا امیدوار بننے کے بعد مودی نے انتخابی مینجمنٹ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ چاروں طرف ان کی ہی برانڈنگ تھی۔ مودی اپنی برانڈنگ کی وجہ سے آرایس ایس کی مجبوری بن گئے۔ بی جے پی مکمل اکثریت سے انتخاب جیتنے میں کامیاب ہوئی اور مودی آرایس ایس پر حاوی ہوتے گئے۔ لیکن آرایس ایس کو بھی مایوس نہیں کیا۔ مودی نے رام مندر اور آرٹیکل 370 جیسے ایجنڈے کو نافذ بھی کیا۔ باوجود اس کے مودی کا غلبہ والا رویہ آرایس ایس کو پسند نہیں ہے۔ مودی اپنی وراثت امیت شاہ کو سونپنا چاہتے ہیں، لیکن یہ بات آرایس ایس کو پسند نہیں ہے، اسی لئے یوگی کے ذریعے آگے کی حکمت عملی طے کی جارہی ہے۔ اسی وجہ سے یوگی کو پنکھ لگ گئے ہیں۔ یوگی اور مودی میں بھلے ہی ابھی سیز فائر ہوگیا ہو، لیکن آنے والے دنوں میں یہ سیاسی جنگ سنگین رخ اختیار کرسکتا ہے۔ ابھی آرایس ایس یوگی کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہے، لیکن یہ بھولنا نہیں چاہئے کہ مودی اپنے حریفوں کو قطعی نہیں بخشتے۔ آگے کیا ہوگا، کہا نہیں جاسکتا۔ لیکن یہ سرد جنگ بی جے پی کے ساتھ آرایس ایس کی سالمیت سے بھی جڑ گیا ہے۔ مودی اور شاہ کی جوڑی کو بے اثر کرنا آرایس ایس کے لئے بھی آتشی امتحان کے مانند ہے۔ 2024 میں یوگی کی تاجپوشی کی راہیں ہموار ہوں گی یا نہیں۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ بی جے پی تقسیم کے راستے پر چل پڑی ہے۔

(اداریہ عوامی نیوز پٹنہ ۱۰ر جون ۲۰۲۱ء)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

اقوام متحدہ نے ہندوستانی ماحولیاتی تنظیم کو ایوارڈ سے نوازا

اقوام متحدہ کی انجمن صحرامزاحمت اسمبلی (یو این سی سی ڈی) نے راجستھان میں قائم ماحولیاتی تنظیم ''فیمی لیبل فاریسٹری'' کورواں سال پروقار ''لینڈ فار لائف ایوارڈ'' سے نوازا۔خیال رہے فیمی لیبل فاریسٹری کی قیادت آب وہوا کے کارکنان کرتے ہیں اوراس کے بانی شیام سندر جانی ہیں، اس کا کام زمین کی بحالی اور طریقۂ تحفظ ہے، یہ معاشروں کی فلاح وبہبود کوفروغ دیتا ہے اورفطرت کے ساتھ ان کے تعلقات کو بہتر بناتا ہے۔اس ایوارڈ کا اعلان کوسٹاریکا کے صدر کارلوس الوارڈو کوئسا ڈا نے ۱۷رجون کو ''یوم صحرا اور خشک سالی'' کے عالمی دن کے موقع پر منعقدہ ایک ورچوئل اعلیٰ سطحی فورم میں کیا۔کوسٹاریکا نے اس سال معائنہ کے عالمی پروگرام کی میزبانی کی ہے۔(یو این آئی)

انٹرنیٹ کے موجد کا ''ڈبلیوڈبلیوڈبلیو'' کے اصل کوڈ کو نیلامی کرنے کا فیصلہ

''ڈبلیوڈبلیوڈبلیو'' (www) یعنی ورلڈ وائڈ ویب کے موجد ٹم برنرز لی نے اپنی ایجاد کے سورس کوڈ کو نیلام کرنے کا اعلان کیا ہے، تاہم اس کی ایک ہی ڈجیٹل کاپی بطور این ایف ٹی (نان فنجیبل ٹوکن) فروخت کی جائے گی۔ اگرچہ اس اہم ترین ایجاد کا کوڈ اب بھی عوامی ملکیت ہے لیکن ان کے پاس اس کی ایک ڈجیٹل فائل ہے جس میں ورلڈ وائڈ ویب کا کوڈ خود انہوں نے لکھا ہے۔(یو این آئی)

امریکی جمہوریت میں روسی مداخلت ناقابل برداشت۔جو بائیڈن

امریکی انتخابات کی طرف بالواسطہ اشارہ کرتے ہوئے امریکی صدر جو بائیڈن نے روس پر واضح کردیا کہ امریکی جمہوریت میں روسی مداخلت قابل برداشت نہیں ہے۔غیر ملکی میڈیا رپورٹ کے مطابق روسی ہم منصب بلادیمیر پوتن سے ملاقات کے بعد پریس کانفرنس میں جو بائیڈن نے کہا کہ روس سے ہمارے اختلافات ہیں ان کو حل کرنے کیلئے ہمیں بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ یوکرین پر معاہدے کے نفاذ کیلئے سفارتی کوششوں کو مستحکم کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے اور افغانستان میں دہشت گردی واپس نہ آئے یہ روس کے بھی مفاد میں ہے۔ انہوں نے صدر پوتن سے دونوں ممالک کے تعلقات کے مستقبل پر تبادلہ خیال کیا۔انہوں نے مزید کہا کہ روس کے ساتھ تجارت میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہم روس کیساتھ مستحکم تعلقات چاہتے ہیں۔انہیں نہیں لگتا کہ صدر پوتن امریکہ کے ساتھ سرد جنگ چاہتے ہیں تاہم امریکہ میں پوتن کی جانب سے انسانی حقوق پر تنقید مضحکہ خیز ہے۔(یو این آئی)

سعودی عرب اورامریکہ موسمیاتی چیلنجز کامل کر مقابلہ کریں گے

امریکی صدر کے ایلچی برائے موسمی تغیرات جان کیری کے دورہ سعودی عرب کے بعد جاری مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک بڑھتے ہوئے موسمیاتی چیلنجز پر سنجیدگی اور تیزی سے توجہ دینے کے لیے پرعزم ہیں۔اس موقع پر جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک پیرس معاہدے پر عمل درآمد کرنے کے لیے کام کریں گے اور جی 20 کی اٹلی میں کامیابی اور گلاسگو میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی موسمیاتی تبدیلیوں پر کانفرنس آف دی پارٹیز کے فروغ میں فعال کردار ادا کریں گے۔عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق دونوں ممالک نے گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو کم کرنے کی اہمیت اور ۲۰۲۰ء کی دہائی میں سخت اقدامات کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ موسمیاتی تبدیلیوں کے منفی نتائج سے بچا جاسکے۔(یو این آئی)

ہندوستانی نژاد ستیہ نڈیلا مائیکروسافٹ کے چیئرمین مقرر

دنیا کی سب سے بڑی سافٹ ویئر کمپنی مائیکروسافٹ نے ہندوستانی نژاد ستیہ نڈیلا کو اپنا نیا چیئرمین مقرر کیا ہے۔ مسٹر نڈیلا اس سے قبل اس کمپنی کے چیف ایگزیکٹو آفیسر تھے۔مائیکروسافٹ نے بدھ کو ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے اعلیٰ قیادت میں تبدیلی کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا۔(یو این آئی)

کابل ایئرپورٹ کی سیکیورٹی ترکی کے حوالے

امریکہ نے صدر طیب اردوان کی پیشکش قبول کرتے ہوئے افغانستان سے غیر ملکی فوجیوں کے انخلا کے بعد کابل ایئرپورٹ کی سیکیورٹی ترکی کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، کابل ایئرپورٹ فوجیوں کے انخلا کے بعد بھی غیر ملکی وفود کی افغانستان آمد ورفت کے لیے استعمال ہوتا رہے گا۔امریکہ کے قومی سلامتی کے مشیر جیک سُلیوان کا کہنا ہے کہ کابل ایئرپورٹ کی سیکیورٹی ترکی کے حوالے کرنے کا فیصلہ صدر جو بائیڈن اور ترک صدر طیب اردوان کے درمیان برسلز میں ہونے والی ملاقات میں کیا گیا۔واضح رہے کہ امریکہ نے ترکی کا روس سے ایس-400 دفاعی نظام خریدنے پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے ترکی کے ساتھ کیے گئے امریکی جیٹ فائٹر طیاروں کی خریداری کے معاہدے کو منسوخ کردیا تھا اور یہ معاملہ تاحال تعطل کا شکار ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

ماں کو قتل کر کے لاش کھانے والے بدبخت بیٹے کو 15 سال قید

اسپین میں اپنی 69 سالہ والدہ کو قتل کرنے کے بعد لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھانے والے بدبخت بیٹے کو 15 سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔اسپین کی ایک عدالت نے آدم خور نوجوان ''البرٹ ایس جی'' کو 15 سال قید اور 73 ہزار ڈالر جرمانہ عائد کیا ہے۔البرٹ نے 2019 کو اپنی 69 سالہ ماں کو گھر کے کرایہ کے معاملے پر گلا گھونٹ کر قتل کردیا تھا، سفاک بیٹے نے ماں کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پلاسٹک کے تھیلوں میں بھرا اور فریج میں چھپادیا، پھر وہ سفاک نوجوان اپنی ماں کی لاش کو 15 روز تک کھاتا رہا اور اپنے کتے کو بھی کھلاتا رہا۔بدبخت بیٹے کو مقتولہ کی ایک سہیلی کی جانب سے دائر کی گئی درخواست کے نتیجے میں حراست میں لیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ میری دوست کئی دنوں سے لاپتہ ہے۔پولیس نے گھر کی تلاشی لی تو لاش کے ٹکڑے ملے تھے۔(نیوز ایکسپریس)

تعلیم و روزگار

رحمانی بی ایڈ کالج مونگیر کا شاندار ریزلٹ

رحمانی بی ایڈ کالج رحمانی فاؤنڈیشن کا شعبہ ہے، جو ۲۰۱۴ء سے بی ایڈ کی تعلیم دے رہا ہے، اور اب تک چھ سو طلبہ وطالبات نے یہاں سے تعلیم حاصل کی ہے، اور اچھی تعلیم وتربیت اور عمدہ تہذیب سے آراستہ ہوکر اپنے اپنے علاقہ میں تعلیم دے رہے ہیں، یا اونچی تعلیم حاصل کررہے ہیں، رحمانی بی ایڈ کالج میں بی ایڈ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تمام طلبہ وطالبات کو عملی طور پر استاذی کے فنون کی تربیت دی جاتی ہے، انہیں زبان دانی، پڑھانے کا سلیقہ، معاشرتی اور تہذیبی معلومات بھی فراہم کی جاتی ہے، مطالعہ، پروجیکٹ ورک اور مختلف تقریری، تحریری پروگرام کے ذریعہ ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے، جس سے طلبہ کی بول چال، رہن سہن، انداز واطوار پر خاطر خواہ اثر پڑتا ہے، اور ان کی شخصیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ہر سال کی طرح اس سال بھی بی ایڈ سیشن ۲۰۱۸-۲۰ کے طلبہ وطالبات نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے، مونگیر یونیورسٹی کے تحت تمام کالجوں میں رحمانی بی ایڈ کالج کے طلبہ وطالبات کے نمبرات سب سے نمایاں ہیں، سو طلبہ وطالبات میں سے ۵۸؍طلبہ وطالبات نے اے پلس گریڈ حاصل کیا ہے، باقی سارے طلبہ وطالبات فرسٹ ڈیویژن سے کامیابی حاصل کی ہے، رحمانی بی ایڈ کالج کا ریزلٹ ہر سال STET-CTET میں بھی بہت نمایاں رہتا ہے، اور سرکاری اسکولوں کے علاوہ پرائیوٹ اسکولوں میں بھی یہاں کے طلبہ وطالبات خدمات انجام دے رہے ہیں۔رحمانی فاؤنڈیشن کے بانی مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ کی تربیت اور افادیت پر کافی زور دیا کرتے تھے، اور معاشرہ میں مرکزی کردار والی شخصیت کے طرز پر ڈھالنے کی ترغیب دیتے تھے، خانقاہ رحمانی کے موجودہ سجادہ نشیں حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب بی ایڈ کی تعلیم کو اور مؤثر اور مفید بنانے کے لیے، بہت سی جدید اور نئی تعلیمی سہولیات کو نصاب کا حصہ بنانے پر غور کررہے ہیں، اور بہت جلد یہ ساری چیزیں طلبہ وطالبات کی تعلیمی ترقی کا ذریعہ ہوں گی۔رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری جناب مولانا ظفر عبدالرؤف صاحب رحمانی رحمانی فاؤنڈیشن کے شعبہ جات میں تعلیمی ترقی اور طلبہ وطالبات کے کامیاب مستقبل کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں، اور انکی مسلسل محنت اور کارکنان کی توجہ سے رحمانی فاؤنڈیشن کے تحت بارہویں تک کا اسکول بھی قائم ہوچکا ہے، جس میں تقریباً پانچ سو سے زیادہ بچے زیر تعلیم ہیں، اور ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ بھی ہورہا ہے، رحمانی فاؤنڈیشن کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

اسکولوں میں اردو بولنے والے سبھی طلبہ کی مادری زبان اردو درج کی جائے : مولانا محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء میں یہ بات کہی گئی ہے کہ پرائمری اور مڈل کی سطح میں لازمی طور پر تدریس کی زبان طلبہ کی مادری یا علاقائی زبان رکھی جائے۔اس پالیسی پر اب عمل شروع ہوچکا ہے، اور این سی ای آر ٹی وسبھی ریاستوں کی ایس سی ای آر ٹی کو ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ اسی کے مطابق تدریسی مواد کی اشاعت کریں اور اسکولوں کو دستیاب کرائیں۔چنانچہ اسکولوں سے طلبہ کی فہرست طلب کرنے کے لیے بہار میں ایس سی ای آر ٹی نے سبھی ضلعوں کے ڈی ای او کو ۳؍جون کو خط بھیجا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے ضلعوں کے اسکولوں سے طلبہ کی فہرست مادری زبان کی درجہ بندی کے ساتھ حاصل کرکے انہیں فراہم کریں۔ڈی ای او کی جانب سے بلاک کے تعلیمی افسران کو بھی خطوط بھیجے جارہے ہیں، عنقریب اسکولوں میں یہ پروگرام شروع ہونے والا ہے اور سبھی طلبہ کی مادری زبان کے اعتبار سے درجہ بندی کی جائے گی۔یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ بہار میں اردو بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، مسلمانوں کی تو صد فیصد مادری زبان اردو ہے، اس لیے اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ جو اردو بولنے والے طلبہ ہیں، خاص طور پر مسلم طلبہ وطالبات کی مادری زبان لازمی طور پر اردو رکھی جائے۔اسکولوں کے پرنسپلز، اساتذہ ضرور اس بات کا خیال رکھیں اور مسلم طلبہ وطالبات کی مادری زبان کے خانے میں اردو درج کریں۔طلبہ وطالبات خود بھی اس کا خیال رکھیں اور اساتذہ سے کہہ کر مادری زبان کے خانے میں اردو درج کرائیں، گارجین حضرات بھی اس کی فکر کریں اور اسکولوں میں جاکر اپنے بچوں کا فارم چیک کریں کہ مادری زبان کے خانے میں اردو درج کیا گیا ہے یا نہیں۔مساجد کے ائمہ وخطیب حضرات بھی اپنی تقریروں کے ذریعہ عوام کو اس جانب توجہ دلائیں کہ فکر مندی کے ساتھ اپنے بچوں کے فارم میں اردو درج کرائیں۔کیوں کہ اگر ایسا نہیں ہوا اور ان بچوں کی مادری زبان کے خانے میں کوئی اور زبان درج کردی گئی تو ان کی تعلیم اسی زبان میں ہوگی، ان کو تدریسی مواد بھی اسی زبان میں فراہم کیے جائیں گے، اساتذہ بھی اسی زبان کے بحال ہوں گے، اور اس طرح دھیرے دھیرے اسکولوں سے اردو کا نام ونشان مٹ جائے گا۔مولانا موصوف نے کہا کہ اردو نہ صرف ہماری مادری زبان ہے، بلکہ ہماری تہذیب وثقافت اور ہماری پہچان ہے، ہمارے علمی ودینی ورثہ کی امین ہے، اس زبان کی حفاظت ہم سب کا ملی فریضہ ہے، اگر ہم نے اس زبان کو کھودیا تو اپنی تہذیب وثقافت اور اپنی شناخت کو کھودیں گے۔اس لیے اسکولوں میں اردو کو باقی رکھنا بہت ضروری ہے اور اس کے لیے اسکولوں میں اردو پڑھنے والے طلبہ، اردو پڑھانے والے اساتذہ اور اردو میں تدریسی مواد کی فراہمی جہاں سرکار کی ذمہ داری ہے وہیں ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری بھی ہے۔مولانا نے مزید کہا کہ ہائی اسکولوں میں بھی سرکار نے اردو کے اساتذہ کی بحالی کے لیے چالیس اردو پڑھنے والے طلبہ کی قید لگائی ہے، ایسے میں اگر پرائمری اور مڈل سطح پر اردو پڑھنے والے طلبہ نہیں رہیں گے تو ہائی اسکول میں اردو پڑھنے والے طلبہ کہاں سے پہونچیں گے، اس طرح ہائی اسکولوں سے بھی اردو کے اساتذہ اور اردو کی کتابوں کا صفایا ہوجائے گا۔اس لیے وقت رہتے ہیں ہوشیار ہوجائیں اور اپنی زبان کی حفاظت وبقاء کے لیے کھڑے ہوجائیں، سماجی کارکنان کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے اسکولوں کی نگرانی کریں اور نظر رکھیں کہ بچوں کا فارم بھرتے ہوئے مادری زبان کے خانے میں کیا لکھا جارہا ہے۔ اگر کسی اسکول میں اردو بولنے والے بچوں کے فارم میں مادری زبان اردو کی جگہ کوئی اور زبان لکھا جائے تو اس کا نوٹس لیں، امارت شرعیہ کو بھی اس کی خبر کریں تاکہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکے۔تمام اضلاع میں امارت شرعیہ کی تعلیمی وتحفظ اردو کمیٹی کے جو ممبران ہیں، وہ بھی اس جانب توجہ دیں۔

اسلامی قانون قاتل کو آزاد کرنے کے لیے دیت کی اجازت کیوں دیتا ہے

ایم آر شمشاد ایڈووکیٹ

لولو گروپ کے مالک یوسف علی کی فراخدلی کا یہ واقعہ آج کل شہ رخی بنا ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے متحدہ عرب امارات کی جیل میں قید ایک ایسے شخص کی طرف سے دیت ادا کر کے اس کی جان بچائی جس کو وہاں کی عدالت عظمیٰ کی جانب سے موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ ۶۵؍سال کے اس ارب پتی نے مبینہ طور پر کرشنن نام کے اس قیدی کی طرف سے بطور دیت ایک کروڑ کی خطیر رقم ادا کر کے اس کو آزاد کرایا، کرشنن ۲۰۱۲ء میں سڑک حادثہ کے ایک معاملہ میں ماخوذ ہوئے تھے ان پر ایک سوڈانی کو ہلاک کرنے کا الزام تھا۔ اکثر عدالتی نظام میں سزائے موت میں کسی گفت وشنید کی گنجائش نہیں ہوتی، ہندوستانی قانون بھی ایسا ہی ہے، لیکن اسلامی قانون میں بعض حالات میں اس کی گنجائش موجود ہے، اور اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو قتل کے بدلے میں کچھ معاوضہ لے کر قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔ اس معاوضہ کو ''دیت'' کہا جاتا ہے۔ جسے آسانی سے بلڈ منی (معاوضہ قتل) کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے، لیکن آج قانون کی جدید تشریحات میں معاوضہ قتل کو بہتر نہیں سمجھا جاتا۔ ایک سو چالیس ملکوں میں اس کو ختم کیا جا چکا ہے۔ جہاں قتل عمد کے مجرم کو سزائے موت کی جگہ عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ تاہم اسلامی نظام قانون کا ضابطہ یہ کہتا ہے کہ عمداً قتل کرنے والے قاتل کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونا چاہئے۔ یہ ضابطہ قصاص (یعنی جان کے بدلے جان) کے اصول پر بھی مبنی ہے۔

مقدس کتاب (قرآن کریم) کے الفاظ کہتے ہیں کہ قصاص کا مقصد انتقام لینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد دوسرے لوگوں کی اس طرح کے ظلم سے حفاظت کرنا اور معاشرہ کو محفوظ رکھنا ہے۔ بہر حال ایسی صورت میں جب مقتول کے ورثاء قصاص طلب نہیں کرتے، تب اسلامی قانون میں یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ قاتل کے ساتھ آپسی گفت وشنید سے کوئی سمجھوتا کر لیں، یہ سمجھوتا رقم کی صورت میں کسی معاوضہ کے بدلہ میں بھی ہو سکتا ہے اور بغیر کوئی رقم لیے ہوئے یوں ہی قاتل کو معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات ذہن نشیں رہے کہ یہ معافی یا دیت مکمل طور پر مقتول/ مظلوم کے ذاتی حقوق پر مبنی ہے، اور یہ کوئی خود مختاری کا معاملہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے یہاں اگزیکیوٹو کلیمنسی کا ضابطہ موجود ہے (جس میں وفاقی مجرمانہ معاملوں میں صدر کو اختیار ہوتا ہے اور ریاستی معاملوں میں گورنر کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ کسی جرم میں سزا یافتہ شخص کو معاف کر دے یا سزا کم کر دے یا اسے موت کی سزا سے کسی دوسری کمتر سزا میں منتقل کر دے)

اسلام کے ابتدائی زمانے میں کچھ خاص حالات میں مالی معاوضہ کے بدلہ میں غلاموں کو آزاد کیا جا سکتا تھا۔ اسلامی قانون کے یہ استثنائی اقدامات اس کا دوسرا پہلو ہیں۔ تا کہ آپسی بھائی چارہ قائم کیا جائے اور معاشرتی نظم وضبط میں سماج کو مشکلات سے بچایا جا سکے۔ انگریزوں کے ذریعہ موجودہ کرمنل جسٹس سسٹم بننے سے پہلے تک ان استثنائی ضابطوں میں سے بہت سے ہندوستانی قانون جرم و سزا کا بھی حصہ تھے۔ معاوضہ کا تصور گرچہ غیر اسلامی مغربی نظام قانون میں اجنبی نہیں ہے، لیکن یہ دعوی مجرمانہ قانونی عمل کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کے علاوہ ہے۔ تاہم اسلامی نظام قانون میں اگر مالی معاوضہ کو قبول کر لیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مانا جاتا ہے کہ قاتل کے اس جرم کو مقتول کے ورثاء کی طرف سے معاف کر دیا گیا۔ جب انگریزوں نے ہندوستان میں عدالتی نظام بنانا شروع کیا تو انہوں نے فوجداری کے معاملات کو نمٹانے کے اس غیر رسمی عمل کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ فوجداری قانون سے متعلق ابتدائی ضابطوں میں یہ ضروری قرار دیا گیا کہ قانون کے افسران قتل کے مقدمات کے بارے میں اپنی رائے اس مفروضے پر پیش کریں کہ متاثرہ کے اہل خانہ ''انتقامی کارروائی'' چاہتے ہیں۔ اس کے بعد حادثاتی طور پر ہونے والے قتل کے معاملات میں سزائے موت کے خاتمے کے لئے فوری اقدامات شروع کیے گئے۔

روڈولف پیٹر اپنی کتاب ''اسلامی قانون میں جرم وسزا'' میں لکھتے ہیں کہ ''۱۷۹۰ء اور ۱۸۰۷ء کے درمیان انگریزوں نے اسلامی قانون جرم وسزا کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا اور اس کو رواج سے باہر کر دیا۔'' اور قتل عمد اور جان بوجھ کر زخمی کرنے کے تمام معاملوں میں ''قید'' ایک لازمی سزا بن گئی۔ نصف صدی کے بعد یہ نظام انڈین پینل کوڈ ۱۸۶۱ء کے طور پر سامنے آیا۔ جو آج بھی فوجداری قانون کا بنیادی نظریہ ہے۔

۲۰۰۵ء میں ہندوستان نے فوجداری معاملات کے التوا کے دوران بعض مخصوص معاملات میں ''پلی بارگین'' (یعنی مدعی اور مدعا علیہ کی آپسی رضامندی سے معاملہ طے کرنا) کے تصور کو متعارف کراتے ہوئے ایک مصلحت پسندانہ اقدام اختیار کیا ہے۔ اس کی پہلی وجہ سماعت میں تاخیر کی وجہ سے مجرمانہ مقدمات کو نمٹانے میں ناکامی ہے اور دوسری وجہ سزا کی شرح کا بہت ہی کم ہونا ہے۔ پلی بارگین میں ملزم اور مظلوم آپسی سمجھوتے کے ذریعہ مقدمہ کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد جج اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اگر مناسب سمجھے تو مقدمہ کو خارج کر سکتا ہے۔

امریکہ کے عدالتی نظام میں یہ تصور بہت پہلے تسلیم کیا جا چکا ہے، لیکن اس میں مجرم کو بالکل آزاد نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کو سخت سزا سے بچا کر ہلکی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن بڑی تعداد میں پلی بارگین کے معاملات پر غور کرتے ہوئے، یہ طریقہ کار امریکی فوجداری نظام میں عمل کے اعتبار سے بہت اہم ہو گیا ہے۔ تھائی لینڈ، وینیز ویلا اور روس جیسے ملکوں میں اگر کوئی شادی کی عمر کا شخص کسی لڑکی کی عصمت دری کرتا ہے تو اس کو عدالت کے ذریعہ معاف کیا جا سکتا ہے اگر وہ اس لڑکی سے شادی کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بھی دیت ہی کے نقش قدم پر ہے، یعنی مجرم کو توبہ اور تلافی مافات کا موقع دینے کی غرض سے۔ مگر قتل، عصمت دری، ڈکیتی اور عورتوں کے خلاف بہت سے دوسرے جرائم ہندوستان میں پلی بارگین کا حصہ نہیں ہیں۔ ۲۰۱۴ء کے نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق بہت سے ایسے مقدمات ہیں جو سماعت کے دوران اس طریقہ سے (پلی بارگین کے طور پر) نمٹائے گئے ہیں۔

ایک دوسرے عدالتی نظام میں دیت کا یہ تصور جس نے کرشنن کی جان بچائی، اس نے اس کو زندہ رہنے کا ایک دوسرا موقع دے دیا، پوری دنیا میں بشمول ہمارے عدالتی نظام کے اقوام عالم نے فوجداری نظام میں اصلاحات لانے کے لیے اس طرح کے مختلف اقدامات متعارف کروانے کی کوشش کی ہے۔ بہت سے ممالک اس اصول کے ساتھ ہیں جس نے متحدہ عرب امارات میں کرشنن کی زندگی کو بچایا ہے۔

اردو زبان وادب پر جدید ٹیکنالوجی کے اثرات

ساجد حمید

سائنسی علوم کی ترقی نے ٹیکنالوجی کو زبردست طاقت اور رفتار بخشی ہے۔ جس قسم کے کام پہلے نہیں ہو پاتے تھے وہ ٹیکنالوجی کے ذریعے منٹوں میں کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ ٹیکنالوجی کے اشاروں پر سائنس نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کی راہ پر نہ صرف گامزن ہے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اس کا اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ کمپیوٹر اور اس سے جڑی ٹیکنالوجی سب سے پہلے انگریزی زبان پر اثر انداز ہوئی، وجہ بالکل صاف ہے کہ انگریزی اس کے موجدوں کی مادری یا تعلیمی زبان تھی۔ آہستہ آہستہ ٹیکنالوجی کے اثرات اردو زبان وادب پر بھی غالب آئے۔

قدیم زمانے میں درختوں کے نیچے چلنے والے مدرسوں میں زبان دانی اور دیگر علوم سیکھانے کے سیدھے سادے طریقے رائج تھے۔ انسان نے اپنی ذہانت اور قابلیت کے بل بوتے پر ان میں کئی نئے اضافے کیے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں دنیا کے مختلف علاقوں کی تہذیبوں کے عروج وزوال میں ٹیکنالوجی کا بھی اپنا ایک الگ کردار رہا ہے۔ پہلے اردو زبان ہر علاقے میں اپنے اپنے طور پر تیار کردہ درسی کتابوں کے ذریعے سیکھائی اور پڑھائی جاتی تھی، لیکن آج ٹیکنالوجی کا اثر اردو زبان وادب میں ایسا ہو چکا ہے کہ آپ اپنے پاس پڑوس سے لے کر دور دراز کے علاقوں میں پڑھائے جانے والے اور سیکھائے جانے والے اردو کے نصاب اور جدید طریقوں سے انٹرنیٹ کے ذریعے گھر بیٹھے واقف ہو سکتے ہیں۔

مغل دور کے بعد انگریزی دور حکومت تک بجائے فارسی کے اردو ہی عدالتی اور دستوری زبان تھی۔ لشکری اور بازاری زبان ہونے کے سبب اس کا چلن عوام میں سبھی ہندوستانی زبانوں سے بڑھ کر تھا۔

جدید ٹیکنالوجی کے زمانے میں ایس ایم ایس، ای میل، واٹس ایپ، فیس بک اور ٹویٹر وغیرہ کے لیے سوائے انگریزی زبان کے دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو والے بھی رومن رسم الخط میں ہی اپنی تحریریں رقم کرتے تھے۔ البتہ اب دیگر زبانوں کی طرح اردو والوں کو بھی کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ اور موبائل فون وغیرہ پر اردو صوتیاتی تختہ کلیدی (فونیٹک کی بورڈ) کی مدد سے یونی کوڈ میں اردو لکھنے کی سہولت حاصل ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اسمارٹ فون پر اب اردو میں بھی وائس ٹائپنگ کی سہولت سے اردو صحافت اور تصنیف وتالیف کے کام میں برق رفتار تیزی آ چکی ہے۔ زمانہ بدلتا ہے تو زمانے کی ترجیحات بدل جاتی ہیں، جس کا اثر انسانی مسائل اور ادراک پر براہ راست ہوتا ہے۔ اردو زبان بھی ان تبدیلیوں سے متاثر ہوئی۔ اردو تنقید کی طرح اردو تحقیق بھی مثبت اور منفی تبدیلیوں سے ہمکنار ہوئی۔ پہلے تحقیقی کام کی رفتار نہایت سست تھی کہ ایک زمانے تک ولی دکنی کو اردو کا پہلا شاعر سمجھا گیا۔ قلی قطب شاہ کے دیوان کی دستیابی نے اسے یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آج کل تحقیق کا کام جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ تحقیق کا معیار پست سے پست تر ہوتا جا رہا ہے۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سند کے لیے جو مقالے ہماری جامعات میں لکھے جا رہے ہیں وہ تحقیق کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ جدید ٹیکنالوجی نے مخطوطات اور حوالہ جاتی کتابوں تک رسائی کو نہایت ہی آسان بنا دیا ہے، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انٹرنیٹ اور ویب سائٹس نے سرقے کی راہیں کھول دی ہیں۔ زیادہ تر مقالوں میں بغیر حوالے کے دوسروں کے اقتباسات پیش کرنے کا چلن خطرناک حد تک عام ہو چکا ہے۔ بس خوشی اس بات کی ہے کہ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو تحقیق کے اصول وضوابط کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ وہ اپنی تحقیق کے ذریعے نئے مسائل، نئے موضوعات اور نئے انکشافات قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔ سخت محنت اور ریاضت کرنے والے ایماندار محققین کے کام کے سبب ہماری زبان اردو کے کچھ نئے دریچے کھلتے ہیں اور کچھ نئے گوشے منظر عام پر آتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے سبب گھر بیٹھے ہر طرح کے ہر موضوع کے مخطوطات، کتابیں اور رسائل پڑھے جا سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ نے پوری دنیا میں ڈیجیٹل انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان سمیت دنیا بھر کے لاکھوں لوگ اردو ویب کا استعمال کر رہے ہیں۔ پہلے ہندوستان کے لوگ پاکستان کے اردو اخبارات اور رسائل پڑھنے سے قاصر تھے۔ اسی طرح پاکستان کے لوگ ہندوستان میں شائع ہونے والے اردو اخبارات اور رسائل سے بے خبر تھے۔ لیکن اب کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی علاقے میں رہتا ہو ویب سائٹس پر اردو اخبارات اور رسائل کی اپنی سہولت کے مطابق ورق گردانی کر سکتا ہے۔ اب تو اردو کے ای اخبار، ای کتابیں اور ای رسائل کی اشاعت اور سرکولیشن میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ٹیکنالوجی اردو کے لیے رحمت ثابت ہو رہی ہے۔

پہلے جو لوگ سرکاری، سیاسی یا مذہبی دباؤ میں اردو نہیں سیکھ پاتے تھے یا اردو سیکھنے سے گریز کرتے تھے۔ وہ اب آن لائن میڈیم کے سہارے بڑی تعداد میں اردو سیکھ رہے ہیں۔ اب تو فیس بک، ٹویٹر اور واٹس ایپ جیسے سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر اردو کے چاہنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ یہاں کوئی رسمی دیوار نہیں ہے، اس لیے لوگ بلا خوف اپنے اور غیروں کے بیانات ایک دوسرے سے شیئر کر رہے ہیں۔ اب سے پہلے بڑے ادیبوں کے یہاں بھی بمشکل ایک آدھ لغت دیکھنے کو ملتی تھی، آج کسی لفظ کا املا، معنی، مترادف، متضاد، مشتق، مصدر یا دنیا کی کسی بھی زبان میں مشینی ترجمہ آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اردو سے اردو ہی نہیں بلکہ انگریزی، ہندی، عربی اور فارسی میں کئی لغات موجود ہیں۔ یہ لغات بطور ایپس دستیاب ہیں۔ جہاں تک آن لائن ترجمہ کا سوال ہے دنیا کی ہر بڑی زبان کا اردو میں اور اردو کا دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ کرنا ممکن ہے۔ البتہ اس ترجمے کا معیار وہ نہیں ہے جس کے ہم خواہاں ہیں۔ اس راہ میں حائل تکنیکی مشکلات بہت جلد دور ہونے والی ہیں۔

مجموعی طور پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ٹیکنالوجی کے اثرات اردو زبان وادب پر نہایت ہی خیر اندیش رہے ہیں۔ جن کی مادری زبان اردو ہے، اردو کے تعلق سے ان کے حوصلے اور بلند ہو گئے ہیں۔ جو لوگ روزی روٹی اور نوکری پیشہ کے چکر میں اردو سے ناطہ توڑ بیٹھے تھے، وہ اب بڑی محنتوں کے ساتھ اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے لگے ہیں۔ اردو جن کی نہ تو مادری زبان ہے اور نہ ہی روزی روٹی اور نوکری پیشہ کا سبب ہے، ایسے غیر اردو داں لوگ اردو کی غزلیں، قوالیاں، مشاعرے، فلمیں، نغمے اور گیت کی محفلوں وغیرہ سے لگاؤ کے سبب اردو سے محبت رکھنے والوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ یقیناً مجھے جدید ٹیکنالوجی کے اثرات سے اردو زبان وادب کا مستقبل روشن تر نظر آ رہا ہے۔

بیت المقدس مسلمانوں کی مذہبی میراث ہے

مفتی امانت علی قاسمی

اس روئے زمین پر اللہ کا پہلا گھر خانۂ کعبہ ہے اور دوسرا خانۂ خدا، مسجد اقصی ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے پہلی مسجد کون سی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام، سوال ہوا اور دوسری ؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصی، پوچھا گیا ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چالیس سال کا، یہ مسئلہ علماء کے درمیان اختلافی ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر سب سے پہلے کس نے کی، ایک روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ،اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ مسجد اقصی کی تعمیر سب سے پہلے کس نے کی ہے؟ ایک قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور دوسری روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ،لیکن زیادہ صحیح یہ ہے خانۂ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم نے اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی ہے، اس لئے کہ ان دونوں کی عمر میں چالیس سال کا فاصلہ ہے ،جبکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سلیمانؑ کی عمر میں کئی سو سال کا فاصلہ ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے، اس لئے مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، جس طرح مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اسی طرح مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، مسجد حرام کی بنسبت مسجد اقصی میں ایک چوتھائی ثواب ملتا ہے ، ایک روایت میں ہے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کا ملتا ہے اور مسجد اقصی میں ڈھائی سو نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی امامت فرمائی ہے، سفر معراج کی پہلی منزل بیت المقدس ہے، بعض روایت میں ہے کہ معراج پر تشریف لے جاتے وقت ہی آپ نے انبیاء کی امامت فرمائی تھی جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں فجر کی نماز میں انبیاء کی امامت فرمائی، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت کی نیت سے کسی مسجد کا سفر کرنا درست نہیں ہے سوائے تین مساجد کے، مسجد حرام، مسجد نبوی ، اور مسجد اقصیٰ ، یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر بیت المقدس سے مسلمانوں کا رشتہ ایمانی اور مذہبی ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ مسلمان بیت المقدس کو فتح کرلیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بہت جلد پوری ہوگئی اور ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حضرت عبیدہ بن الجراحؓ نے لشکر کشی کی اور فلسطین کا محاصرہ کرلیا اس وقت اس کا نام ایلیا تھا، چالیس روز کے محاصرے کے بعد فلسطینی مصالحت کے لئے تیار ہوگئے ،لیکن ان کی شرط تھی کہ مصالحت پر دستخط مسلمانوں کے خلیفہ خود آ کر کریں حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فلسطین تشریف لے آئے اور معاہدہ پر دستخط فرمادیا جس کی رو سے بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، اور فلسطینی جزیہ دے کر مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے لگے، ایک زمانے تک بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پانچویں صدی ہجری میں سلجوقی حکومت کا فاطمی حکومت سے مقابلہ ہوا اور فاطمیوں نے ان سے بیت المقدس اپنی تحویل میں لے لیا اس کے بعد ۴۹۳ھ میں پہلی صلیبی جنگ ہوئی اور بیت المقدس صلیبیوں کے ہاتھ میں چلا گیا اس کی بازیابی کے لئے اللہ تعالی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو پیدا فرمایا ، صلاح الدین ایوبی یہ دیکھ کر کہ جس بیت المقدس کے ساتھ مسلمانوں کا والہانہ رشتہ رہا ہے آج وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہے وہ تڑپ جاتے ہیں، بالآخر وہ ایک مضبوط فوج تیار کر کے بیت المقدس کی بازیابی کا عزم مصمم کرلیتے ہیں اور سلطان کے عزم و استقلال کے آگے صلیبی فوجیں ڈھیر ہو جاتی ہیں، مقابلہ تو خوب ہوتا ہے مسلمان بڑی تعداد میں شہید ہوتے ہیں عیسائی بیت المقدس کے اردگرد بہت مضبوط قلعہ تعمیر کرتے ہیں جسے عبور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن ایوبی کی ہمت اور عزیمت کے آگے مضبوط قلعہ مسمار ہوجاتا ہے اور نوے سال کے بعد ۵۸۳ھ میں بیت المقدس پر دوبارہ اسلامی پرچم لہرانے لگتا ہے۔

حضرت عمر فاروق نے بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد وہاں ایک مصلی تعمیر کروایا تھا، پھر اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اس سادہ مصلی کو از سر نو تعمیر کرایا اور اس کے شمالی جانب میں ایک قبہ بھی تعمیر کرنے کا حکم دیا، لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ان کے ہاتھوں تکمیل کو نہ پہنچ سکا پھر ان کے بیٹے ولید بن عبد الملک نے المصلی الجامع اور قبۃ الصخرا کو عالی شان انداز میں تعمیر کیا یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بیت المقدس ایک بہت بڑے احاطہ کا نام ہے جس کے چاروں طرف سے مضبوط دیواروں کے ذریعہ گھیرا بندی کی گئی ہے اور یہ حصہ غیر مسقف ہے، اس میں المصلی الجامع اور قبۃ الصخرا کے علاوہ اور بھی چیزیں تعمیر کی گئی ہیں اور ہر دور میں مسلم حکمرانوں نے مسجد حرام کی طرح بیت المقدس کی تعمیر و تزئین کاری کے ذریعہ فن تعمیر کی عظیم شاہ کاری کا مظاہرہ کیا ہے، آج کل جو بیت المقدس کی تصویر دکھائی دیتی ہے وہ درحقیقت قبۃ الصخرا کی تصویر ہے، بیت المقدس تو بہت بڑے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ یہودیوں کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ سے وہ مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں، انہوں نے عہد نبوی میں بد عہدی کی اس کے علاوہ اسلام کو جس طرح نقصان پہنچاسکتے تھے اس سے دریغ نہیں کیا، قرآن میں ان کی عداوت و دشمنی کے سلسلے میں مختلف آیتیں نازل ہوئیں ، یہودی فلسطین پر اپنا حق مانتے ہیں اور بیت المقدس کی جگہ پر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں ، اسلام سے قبل یہودی فلسطین میں آباد تھے، لیکن ۱۳۵ء میں رومی شہنشاہ ہیڈریان نے یہودیوں کو فلسطین سے جلاوطن کردیا تھا ۱۷۰۰ برس تک یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی اس مدت میں صرف نوے سال تک بیت المقدس عیسائیوں کے قبضہ میں رہا، پہلی مرتبہ ۱۸۸۰ء میں کچھ یہودی خاندان فلسطین میں آ کر آباد ہوئے پھر ۱۸۹۷ء میں یہودی تحریک معرض وجود میں آئی جس کا مقصد فلسطین پر قبضہ کرنا اور ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا تھا، ۱۹۰۱ء میں ہرٹزل نے ترکی خلیفہ سلطان عبد الحمید کو لالچ دیا اس وقت فلسطین خلافت عثمانیہ کی ماتحتی میں تھا، کہ آپ فلسطین میں یہودیوں کے مملکت کے قیام کی اجازت دے دیجئے ، یہودی ترکی کا سارا قرضہ چکا دیں گے، لیکن سلطان عبد الحمید نے نہ صرف ان کے پیش کش کو ٹھوکرا دیا، بلکہ ان کی غیرت ایمانی جوش میں آ گئی انہوں نے کہا ہم اس وطن کی ایک بالشت زمین بھی اس وقت تک نہیں دیں گے جب تک کہ اس پر ہمارا خون نہ بہ جائے ، یہودی اس بات پر سلطان کے مخالف ہوگئے اور ۱۹۰۸ء میں سازش کے ذریعہ ان کو معزول کردیا گیا ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی تو برطانیہ نے دو قومی نظریہ کے تحت عربوں اور ترکوں میں منافرت پیدا کردی، عرب برطانیہ کے اور ترکی جرمنی کی حلیف ہوگئے ،اس دوران وائزمین نامی ایک یہودی نے برطانیہ کو یہ پیش کش کی کہ اگر جرمنی پر فتح کی صورت میں فلسطین میں یہودیوں کا قومی وطن بنا دیا جائے تو یہودی اس جنگ کا سارا خرچہ برداشت کرنے کو تیار ہیں ، اور ۱۹۱۷ء میں یہ خفیہ معاہدہ ہوگیا جسے تاریخ میں اعلان بالفور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ معاہدہ برطانیہ کی دھوکے بازی اور بربریت کا عملی ثبوت ہے، یہ وہ بدنما داغ ہے جسے انگریز کبھی دھو نہیں سکتے، اس لئے کہ عربوں کی زمین کے بارے میں انگریزوں کو فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے پھر وہ انگریز شریف مکہ سے بھی وعدہ کر چکے تھے کہ عرب کی زمین پر عرب کی حکومت ہوگی اسی معاہدے کی وجہ سے شریف مکہ نے ترکی کے خلاف بغاوت کی تھی ، جس کی وجہ سے فلسطین اور عراق پر برطانیہ کا قبضہ ہوا تھا لیکن مسلمانوں سے کیا گیا وعدہ نظر انداز کر کے فلسطین یہودیوں کو دے دیا گیا ۱۹۱۷ء میں فلسطین کی یہودی آبادی چھپن ہزار تھی ،لیکن اعلان بالفور پر عمل ہونے کی وجہ سے ۱۹۲۱ء میں یہودی آبادی ۸۳ ہزار پہنچ گئی اور بڑی تیزی سے یہودی آباد ہونے لگے، ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۷ء کا زمانہ برطانوی اقتدار کا زمانہ ہے جس میں یہودیوں کو بسانے کا کام منظم طور پر کیا گیا اور فلسطین کی زمین خریدنے کے لئے خزانے کے منہ کھول دئے گئے تب یہودیوں کی آبادی چار لاکھ سے تجاوز کرگئی، ۱۹۴۷ء میں برطانیہ نے مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ میں پیش کردیا اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کردیا ، اور فلسطین کا پچپن فیصد رقبہ یہودیوں کو اور پینتالیس فیصد رقبہ عربوں کو دے دیا یہ تقسیم بالکل ظالمانہ تھی کہ عربوں کی زمین زبردستی یہودیوں کو دے دی گئی تھی، اس لئے عرب اس تقسیم سے راضی نہیں تھے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہودی بھی اس تقسیم سے راضی نہیں ہوئے، چنانچہ انہوں نے لڑائی کے ذریعہ عرب کی باقی زمینوں پر قبضہ کرنا شروع دیا، ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اپنے قومی وطن اسرائیل کا اعلان کردیا، جسے امریکہ اور برطانیہ نے سب سے پہلے تسلیم کرلیا، اس وقت عرب ممالک نے اس تقسیم کی مخالفت کی، لیکن یہودی جارحیت کے سامنے عربوں کی ایک نہ چلی، بالآخر ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے نتیجہ میں بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا ، بلکہ انہوں کے بیت المقدس کے علاوہ مصر کے صحرائے سیناء اور شام کے جولان کی پہاڑیوں پر بھی اپنا قبضہ جمالیا، اس طرح تیرہ سو سال سے جو بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں تھا یہودیوں کا اس پر قبضہ ہوگیا۔ اب ان کا منصوبہ یہ ہے بیت المقدس کو منہدم کر کے ایک عظیم ہیکل سلیمانی وہاں پر تعمیر کی جائے اس کے لئے وہ منصوبہ بند کوششیں کررہے ہیں، کبھی اس کے اردگرد کھدائی کرتے ہیں، سرنگیں بناتے ہیں، تاکہ بیت المقدس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جاسکے ، بیت المقدس میں موجود قبروں کے نشان یا اس کے اسلامی نشان کو مٹارہے ہیں ، اس شہر سے اسلام کے نشان کو مٹانے کے لئے مسجدوں کو مسمار کر رہے ہیں ، وہاں موجود مسلمانوں کو جبر و تشدد کے ذریعہ فلسطین چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کبھی بیت المقدس میں آگ لگادی جاتی ہے گویا ہر طرح بیت المقدس کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؛ لیکن قربان جایئے فلسطینی مسلمانوں پر کہ بے سروسامانی کے عالم میں اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں، اپنی ہمت کا مظاہرہ کررہے ہیں، نوجوان اور بچے بھی اس جنگ میں پیچھے نہیں ہیں، اپنی جان کی بازی لگا کر بیت المقدس کی بازیابی کی جد و جہد کررہے ہیں۔

اسلام نے دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح قرار دیا ہے اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اسی طرح اگر دنیا کے کسی خطے میں مسلمان تکلیف میں ہوں تو ہندوستانی مسلمانوں کو بھی وہ تکلیف محسوس ہونی چاہئے ،اگر فلسطین کے مسلمان اسرائیلی جارحیت کے شکار ہیں تو ہندوستانی مسلمانوں کو اس کے خلاف دستوری جد جہد کرنی چاہئے اور اپنے ایمان و یقین کا ثبوت پیش کرنا چاہئے ،ہمیں مسئلہ فلسطین کا مطالعہ کرنا چاہئے ، ہماری نوجوان نسل شاید اس پورے قضیہ سے ہی نابلد ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تاریخ کا مطالعہ کریں ، حالات سے واقفیت حاصل کریں ، فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اگر کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم ان کے ساتھ اظہار ہمدردی و غم خواری کا معاملہ ضرور کر سکتے ہیں، ان نہتے ، جانباز فلسطینیوں کے لئے ، اللہ تعالی فلسطینی مسلمانوں کی مدد فرمائے اور کوئی صلاح الدین پیدا کرے جو مسلمانوں کی مذہبی میراث کو واپس دلاسکے بیت المقدس مسلمانوں کی مذہبی میراث ہے مسلمان کبھی بھی اور کسی صورت میں اس سے دست بردار نہیں ہوسکتے ہیں۔

حکومت کے سات سال اور ملک کا برا حال

سوال کر کے، نفرت کا وائرس پھیلانے والوں کو لتاڑ کر، پروپیگنڈہ کو ٹھکرا کر اور عدلیہ سے مفاد عامہ کے مقدمات کو سننے کی گہار لگا کر ہی عام آدمی کے حقوق کو پامال ہونے سے بچایا جاسکتا ہے

ڈاکٹر ایم ایچ غزالی

یہ پہلا موقع ہے جب بی جے پی نے اپنی حکومت کا سالانہ جشن نہیں منایا۔ ویسے گزشتہ سات سالوں میں بہت کچھ ایسا ہے جو پہلی بار ہوا ہے۔ 2014 کے بھارت اور اس کے بعد آئی تبدیلیوں کا جائزہ لینے سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دنیا میں بھارت کو یونٹی ان ڈائیورسٹی (انیکتا میں ایکتا)، سب سے بڑی جمہوریت، تیزی سے آگے بڑھتی معیشت، اظہار رائے کی آزادی اور فلاحی اسٹیٹ کے طور پر جانا جاتا تھا۔ ملک گلوبل ہنگر انڈیکس میں 55 ویں پائیدان پر تھا تو دنیا کی رینکنگ میں اسے ساتواں مقام حاصل تھا۔ فوڈ سیکورٹی بل لاکر حکومت فاقہ کشی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حیدرآباد اور بنگلور آئی ٹی ہب بن چکے تھے۔ دہلی، نوئیڈا، گڑگاؤں، ممبئی، احمدآباد وغیرہ بڑے شہروں میں بنے بی پی او میں لاکھوں نوجوان کام کر رہے تھے۔ دنیا کے بیشتر ممالک کے ساتھ بھارت کاروبار کر رہا تھا اور چین، فرانس، انگلینڈ، امریکہ جیسے ممالک کی معیشت کو ٹکر دے رہا تھا۔ نوجوانوں کو لگنے لگا تھا کہ ملک خود دنیا کی بڑی طاقت بن رہا ہے۔ اب ملک سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ملک سے باہر جاچکے تھے وہ بھی واپس آکر یہاں نئے اسٹارٹ اپ شروع کر رہے تھے۔

یو پی اے حکومت پر اس کی دوسری میقات کا آخری ڈیڑھ سال بھاری پڑ رہا تھا۔ سی اے جی کی رپورٹ جس میں حکومت کی کمیوں کی طرف متوجہ کیا گیا تھا اور آر ٹی آئی قانون نے یو پی اے حکومت کے لئے مشکل کھڑی کر دی تھی۔ روز بدعنوانی اور گھوٹالے کی خبریں آرہی تھیں۔ کئی وزراء کو استعفیٰ دے کر جیل جانا پڑا، یہ الگ بات ہے کہ کوئی ایک بھی معاملہ ثابت نہیں ہو سکا۔ بین الاقوامی سطح پر آئی مندی کا ملک نے بڑی خوبی سے مقابلہ کیا لیکن اس کی وجہ سے کچھ چیزیں مہنگی ہوگئیں۔ اس مہنگائی کو بھی حکومت کی ناکامی سے تعبیر کیا گیا۔ پالیسی پیرالائسس نے سرکار کو جکڑ لیا۔ عام آدمی اور میڈیا نے اسے گھیر لیا۔ اس وقت عام آدمی سرکار اور اس کا نظام چلانے والوں کو کھل کر کوس اور گالی بک سکتا تھا۔ لہٰذا میڈیا جو ترقی یافتہ، وائبرینٹ اینڈ شائننگ مانا جاتا تھا، اس نے ان خبروں کو بڑھ چڑھ کر دکھایا۔ میڈیا سے لے کر سوشل میڈیا تک سابق وزیراعظم من موہن سنگھ اور راہل گاندھی کی شبیہ کو چور چور کیا گیا۔

پارلیمانی انتخاب 2014 تو ہونا ہی تھا، اس صورتحال کا فائدہ اٹھا کر بی جے پی نے آر ایس ایس کے ساتھ مل کر دو سطح پر انتخابی مہم کی منصوبہ بندی کی۔ ایک ترقی کا نعرہ، کرپشن سے آزادی، اچھے دن کا خواب، کسانوں کی دوگنی آمدنی، خواتین کی حفاظت، دو کروڑ روزگار، کالے دھن کی واپسی، مہنگائی سے نجات، گوڈ گورننس اور ہر ایک کو پندرہ لاکھ دینے کا وعدہ۔ دوسری بین السطور جو مہم زیادہ وسیع پیمانے پر چلائی گئی، وہ تھی 'ہندو خطرے میں ہے'، رام مندر وہیں بنانا ہے، مسلمانوں کو سبق سکھانا ہے، بنگلہ دیشیوں، روہنگیوں اور گھس پیٹھیوں کو بھگانا ہے، کشمیر سے دفعہ 370 کو ختم کرنا ہے، پی او کے ہمارا ہے، پاکستان کو اس کی حد میں رکھنا ہے اور اکھنڈ بھارت بنانا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ وعدے صرف ایک ہی شخص پورے کر سکتا ہے۔ اسی کو وزیراعظم کا امیدوار بنایا گیا۔ پورے ملک میں وزیراعظم کو جتانے کی مہم چلائی گئی۔ عوام نے مقامی نمائندوں کے بجائے وزیراعظم کو منتخب کرنے کے لئے ووٹ کیا۔ اس کی وجہ سے ایسے ایسے لوگ ممبر پارلیمنٹ بن گئے جو میونسپلٹی کا چناؤ بھی نہیں جیت سکتے۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ مرکز سے لے کر ریاست تک ملک کی سیاست ایک شخص کے ارد گرد سمٹ گئی۔ یہ کیفیت جمہوری نظام کے لئے موزوں نہیں ہے۔

انتخابی مہم میں ترقی کا وعدہ لوگوں کو پسند آیا، انہوں نے بی جے پی کو تاریخی کامیابی سے ہمکنار کیا۔ بین السطور کئے گئے وعدے پورے ہو رہے ہیں۔ سماج بنٹ گیا ہے، قومی یکجہتی 'سب کا ساتھ سب کا وکاس' کے نعرے میں بدل گئی ہے۔ اعتماد کی جو کڑی ایک دوسرے سے جڑی تھی، اس کو ختم کرنے کے لئے اس نعرے میں 'سب کا وشواس اور جوڑ دیا گیا۔ موب لنچنگ آپ کو یاد ہو یا نہ ہو انڈیا اسپنڈ کی رپورٹ کے مطابق جنوری 2017 سے جولائی 2018 تک ہجومی تشدد میں 69 لوگ مارے جاچکے ہیں۔ 33 واقعات اس دور میں بھی ہو چکے ہیں۔ یعنی جن کو سبق سکھانا تھا، سکھایا جا رہا ہے۔ کپڑوں، ناموں اور کاغذوں سے انہیں پہچانا جا رہا ہے۔ مندر وہیں بن رہا ہے، باوجود اس کے کہ عدلیہ نے مسجد میں مورتیاں رکھنے، مسجد کو شہید کئے جانے کو غیر قانونی مانا ہے، مسجد کے نیچے مندر کے آثار نہ ملنے کی بھی تصدیق کی ہے۔ غیر ملکیوں کو پہچاننے کے لئے سی اے اے اور این آر سی موجود ہے۔ کشمیر اور پاکستان کے معاملہ میں ملک کے تمام عوام ہمیشہ حکومت کے ساتھ رہے ہیں لیکن پھر بھی بار بار اسے پبلک ڈومین میں لاکر سماج میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب مسلم اکثریتی علاقے لکشدیپ کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

رہا انتخابی وعدوں کا سوال تو نہ کسانوں کی آمدنی دوگنی ہوئی نہ معیشت ڈبل۔ البتہ پچھلے ہی سال ملک کے غریب ڈبل ہوگئے۔ مڈل کلاس کی تعداد میں بھی تین کروڑ کی کمی آئی ہے۔ ملک سے کرپشن ختم نہیں ہوا نہ کالا دھن واپس آیا۔ نوجوانوں کو روزگار ملنا تو دور سال 20-2021 میں ڈیڑھ کروڑ اور اس سال 1.19 کروڑ نوکریاں جا چکی ہیں۔ سینئر صحافی پونیہ پرسون باجپئی کے مطابق سات سال کے دوران مرکزی حکومت نے صرف 887335 نوکریاں دی ہیں۔ اگر ریاستوں کے ذریعہ دی گئی نوکریوں کو بھی ملا دیں تب بھی یہ آنکڑا چالیس لاکھ کو پار نہیں کرتا۔ مہنگائی اپنے عروج پر ہے۔ خواتین کی حفاظت اور گورننس کا کیا حال ہے، یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پندرہ لاکھ کے بارے میں تو کہہ ہی دیا گیا کہ یہ تو محض چناوی جملہ تھا۔ معیشت نے 41 سال کی سب سے نچلی سطح پر ہے۔ مالی سال 20-2021 میں جی ڈی پی گروتھ نفی میں 7.3 فیصد رہی۔ جبکہ 2014 میں بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے وقت یہ 7.4 فیصد تھی۔ جس بنگلہ دیش کے لوگوں کو ہم ٹرمائٹ کہتے تھے، آج ہماری فی شخص آمدنی اس سے بھی کم ہے۔ فاقہ کشی میں بھی ہم اس سے نیچے ہیں۔ گلوبل ہنگر انڈیکس 2019 میں 117 ممالک میں بھارت 102 ویں مقام پر تھا۔ بھارت جو قومی اتحاد کی علامت مانا جاتا تھا، اب بری طرح بٹا ہوا ہے، سب سے بڑی جمہوریت کے طور پر پہچان رکھنے والے ملک کو جزوی یا کم جمہوری ملک کہا جا رہا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ میڈیا کی آزادی کے معاملہ میں بھارت 142 پائیدان پر ہے، عدلیہ اور آئینی ادارے جو آزادی کے ساتھ کام کرنے کے لئے مشہور تھے، آج وہ حکومت کی منشاء کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ چند برسوں میں ہم یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔ ہمیں بھکتی کی لت کیسے لگ گئی، ہم نے اپنا راستہ کیسے بدل دیا۔ کیا ہمیں گمراہ کیا گیا ہے یا پھر جان بوجھ کر ترقی کا ہائی وے چھوڑ کر جھوٹ، نفرت اور گھٹیا سوچ کی پگڈنڈی پر چل پڑے۔ مصنوعی راشٹرواد، مذہبی شناخت، اقلیتوں سے نفرت اور فرقہ واریت کے نشہ کی جولت لگائی گئی، وہ اب ہماری زندگی پر مہنگی پڑ رہی ہے۔ نوٹ بندی جس نے ملک کی معیشت کو برباد کر دیا، پہلے 32 دن میں 104 لوگوں کی لائن میں کھڑے کھڑے جان چلی گئی۔ راشٹرواد کی افیم کے نشہ میں چور لوگوں نے حکومت سے نہیں پوچھا کہ نوٹ بندی کی ضرورت کیا ہے۔ اس کی لوجک کیا ہے، اس کا فائدہ کیا ہے۔ آج جبکہ یہ فلاپ ہو چکی ہے، تب بھی کوئی سوال کرنے والا نہیں ہے۔ آدھی رات کو پارلیمنٹ چلا کر جی ایس ٹی لایا گیا۔ جس سے چھوٹے اور متوسط کاروباریوں کا دیوالیہ پٹ گیا۔ مگر بھکتی میں اندھے لوگ سوال کرنے کے بجائے تالی بجا رہے تھے۔ جی ایس ٹی اب بھی لاگو ہے کیونکہ قانون بن چکا ہے۔ سی اے اے، این آر سی کے خلاف پورے ملک میں پر امن احتجاج ہو رہے تھے، لیکن نشے میں مست لوگ خوش تھے۔ اس کے بعد آیا لاک ڈاؤن، چار گھنٹہ میں بھارت جیسے وسیع ملک کو بند کر دیا گیا۔ یعنی نوٹ بندی پارٹ ٹو والی کیفیت۔ بیماری سے بچنے کے لئے مان لیا کہ یہ قدم ضروری تھا لیکن بغیر سوچے سمجھے، بغیر کسی منصوبہ بندی کے۔ آدمی جائے کہاں اور کھائے کیا۔ اس کی وجہ سے لاکھوں مزدور سڑکوں پر نکل پڑے۔ جس بیماری سے بچنے کے لئے لاک ڈاؤن کیا گیا تھا، وہ پورے ملک میں پھیل گئی۔ اسی بحران کے دوران پارلیمنٹ میں زرعی بل لاکر پونجی پتیوں کے لئے زراعت میں داخل ہونے کا راستہ صاف کر دیا۔ اس کے خلاف کسانوں کو احتجاج کرتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ کا وقت ہو چکا ہے۔ سب سے بڑا دھوکہ اس وقت ہوا جب کورونا کی دوسری لہر آئی۔ تباہی مچ گئی، اس دکھ کی گھڑی میں حکومت بالکل لاپتہ رہی۔ لوگوں کو جان بچانے کے لئے آتم نربھر چھوڑ دیا گیا۔ لوگ اسپتال، آکسیجن، بیڈ خود ڈھونڈ رہے تھے۔ آکسیجن، بیڈ کی گوہار حکومت کے بجائے ٹیوٹر پر لگ رہی تھی۔ گنگا کے کنارے ہزاروں لاشیں مل رہی ہیں لیکن عوام اب بھی خاموش ہیں۔ کچھ نہیں کر رہے۔ گھر میں بیٹھ کر جسمانی دوری بنا رہے ہیں۔ حکومت کو مغرور اور ڈھیٹ عوام نے ہی بنایا ہے، اس نے حکمران جماعت کی کٹر سوچ اور توہم پرستی کو نظر انداز کیا۔ آج یہی سوچ پورے ملک کو ڈسنے کو تیار ہے۔ بی جے پی مطمئن ہے کہ ٹھیک ہے کورونا کی دوسری لہر میں عوام کو تکلیف ہوئی لیکن تین سال بعد جائیں گے کہاں، ہمارے پاس ہی آئیں گے۔ سوال کیا جائے گا مودی نہیں تو پھر کون؟ اس مشکل گھڑی میں صرف عوام ہی ملک کو بچا سکتے ہیں۔ سوال کر کے، نفرت کا وائرس پھیلانے والوں کو لتاڑ کر، جھوٹے پروپیگنڈہ کو ٹھکرا کر اور عدلیہ سے مفاد عامہ کے مقدمات کو سننے کی گوہار لگا کر کیوں کہ صرف سپریم کورٹ ہی عام آدمی کے حقوق کو پامال ہونے اور جمہوریت کا گلا گھونٹنے سے بچا سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عوام اس کے لئے آگے آتے ہیں یا اب بھی بھکتی کے نشے میں مست رہتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے اغراض ومقاصد

۱-منہاج نبوت پر نظام شرعی کا قیام؛ تاکہ مسلمانوں کے لیے صحیح شرعی زندگی حاصل ہوسکے۔

۲-اس نظام شرعی کے ذریعہ جس حد تک ممکن ہو، اسلامی احکام کو بروئے کار لانا اور اس کے اجراء وتنفیذ کے مواقع پیدا کرنا۔ مثلاً عبادات کیساتھ مسلمانوں کے عائلی قوانین، نکاح، طلاق، میراث، خلع، اوقاف وغیرہ احکام کو ان کی اصلی شرعی صورت میں قائم کرنا۔

۳-ایسی استطاعت پیدا کرنے کی مستقل جدوجہد جس کے ذریعہ قوانین خداوندی کو نافذ اور اسلام کے نظام عدل کو قائم وجاری کیا جاسکے۔

۴-امت مسلمہ کے جملہ اسلامی حقوق ومفادات کا تحفظ اور ان کی نگہداشت۔

۵-مسلمانوں کو بلا اختلاف مسلک؛ محض کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر مجتمع کرنا، تاکہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں، اور اپنی اجتماعی قوت ''کلمۃ اللہ'' کو بلند کرنے پر خرچ کریں۔

۶-مسلمانوں کو تعلیم، معاش اور ترقی کے میدان میں اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نظام تجارت کی روشنی میں رہنمائی دینا۔

۷-عام انسانی خدمت کے لیے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم کرنا۔

۸-مسلمانوں کے حقوق، شریعت کے احکام اور اسلام کے وقار کو پوری طرح قائم اور محفوظ رکھتے ہوئے مقاصد شرع اسلام کی تکمیل کی خاطر اسلامی تعلیم کی روشنی میں ہندستان میں بسنے والے تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ صلح وآشتی کا برتاؤ کرنا، ملک میں امن پسند قوتوں کو فروغ دینا اور تعلیم اسلامی لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام کی روشنی میں ملک کے مختلف مذہبی فرقوں میں ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا اور ہر ایسے طریق کار و تحریک کی ہمت شکنی کرنا جس کا مقصد ہندستان میں بسنے والے مختلف طبقات میں سے کسی ایک کی جان ومال، عزت وآبرو، تصورات ومعتقدات پر کسی دوسرے کی طرف سے حملہ ہو اور ایسی تمام تحریکات کو قوت پہونچانا؛ جن کا مقصد ملک میں بسنے والی مختلف مذہبی اکائیوں کے درمیان ایک دوسرے کی جان ومال، عزت وآبرو کا احترام پیدا کرنا اور فرقہ وارانہ تعصب ومنافرت کو دور کرنا۔

اولاد کی اخلاقی تربیت

خورشید عالم مدنی

اولاد اللہ کی عظیم نعمت، امانت اور بڑھاپے کا سہارا ہیں۔ وہ اسلام، ملک وقوم اور والدین کے مستقبل ہیں۔ اس لئے ان کو تعلیم وتربیت، تہذیب وشائستگی سے آراستہ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔

وہ چاہیں تو ان کی بہترین تربیت اور کردار سازی کے ذریعہ ان کے عقائد کو درست، اخلاق کو آراستہ اور اسلامی تہذیب سے پیراستہ کرکے اپنے گھر کے ماحول کو جمیل، مطہر ومنور بنا سکتے ہیں۔ اور ایک صالح، پاکیزہ وصحت مند سماج کو وجود میں لانے میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جس سے سماج کا خوشگوار ماحول ہوگا، اور دین ودنیا کی سرفرازی کا ذریعہ اور سربلندی کا باعث ہوگا۔

بالخصوص ایسے زمانے میں جب کہ مسلم معاشرہ فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ الحاد ودہریت خطرے کے نشان سے اوپر جارہا ہے۔ ارتداد کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ عظمت واحترام کے رشتے مٹتے جارہے ہیں۔

ایسے پرآشوب حالات میں والدین کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ شفقت پدری اور منصب پدری کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ان چیزوں سے بچانے کی کوشش کریں، جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور جن سے بچنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اور انہیں ایسے اعمال کا پابند بنائیں، جن کے کرنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور جن سے اس کی رضا وخوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ بچّے اچھے اوصاف اختیار کریں، مکارم اخلاق کے پیکر بنیں؛ تاکہ وہ ایمان واعمال اور اخلاق میں اسلام کی ترجمانی کرسکیں۔ اور والدین کے سچے جانشیں ثابت ہوں۔ خاندان کا نام روشن کرسکیں۔ عزت ووقار کی راہ پر گامزن ہوسکیں۔ زمین اچھی ہو اور فصل کی دیکھ ریکھ نہ کی جائے تو فصل خراب ہوجاتی ہے۔ گھر اچھا ہو، لیکن گھر میں دین نہ ہو تو نسل خراب ہوجاتی ہے۔ جس باغ کا مالی نہ ہو اور جس باغ کی نگرانی نہ کی جائے وہ باغ جلد اُجڑ جاتا ہے۔ اس لیے گھر کے سرپرست اپنے بچوں پر کڑی نگاہ رکھیں۔ اور ہمہ وقت اُن کی صالح تربیت، اچھے اخلاق، روحانی ماحول کی فکر پیدا کریں۔

بچوں کی اخلاقی تربیت میں والدین کا کردار نہایت اہم ہے۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ بچوں کو اعلی اخلاق کا عادی بنانے کی کوشش کریں۔ انہیں سچائی، امانتداری، بہادری، بزرگوں کی عزت، پڑوسیوں سے بہتر سلوک، مہمان کی ضیافت جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے موجزن کیا۔ اور برے اخلاق مثلاً جھوٹ، چوری، گالی گلوج، نشہ آور چیزوں کے استعمال اور بے راہ روی سے سختی سے بچایا جائے۔ اُن میں مطالعے کی عادت ڈالی جائے۔ انہیں اچھی کتابیں اور رسائل فراہم کئے جائیں۔ اُن کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کی جائے۔ تاکہ آئندہ ملک وملت اور انسانیت کو ان کی ذات سے فائدہ ہو، جس طرح والدین اپنے حقوق کے بارے میں حساس ہوتے ہیں، اسی طرح اپنے فرائض کی ادائیگی میں انجان نہ بنیں۔ بچوں کو اپنی زندگی کے مقصد کا شعور دیا جائے۔ مقصد زندگی کا واضح تصور انہیں دنیا میں اپنا مقام متعین کرنے میں مدد دے گا۔ مستقبل کے لیے بلند عزائم اور ان عزائم کی تکمیل کے لیے بچوں میں شوق ومحنت اور جستجو کے جذبات پیدا کرنے میں والدین کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف کرانا، اور اُسوۂ رسول کی پیروی کو جزو ایمان بنانا، اسی طرح سلف صالحین کی زندگیاں مشعل راہ کے طور پر بچوں کے سامنے لانا ضروری ہے۔ وقت کی تنظیم اور قدر والدین خود بھی کریں، اور بچوں کو ابتدا ہی سے وقت کے صحیح استعمال کی عادت ڈالیں۔ وقت کا ضیاع ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اس قیمتی دولت کا بہترین استعمال کامیابی کی کلید ہے، تربیت اولاد کے تعلق سے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی ہدایات موجود ہیں۔ جن پر عمل کر کے ہم اپنی نسلوں کو زیور اخلاق سے مزین کر سکتے ہیں۔ اور انہیں لائق وفائق بنا کر صالح معاشرہ کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہدایات نبوی اور تربیت کے رہنما اصول درج ذیل ہیں۔

ا۔ بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نمازوں کا حکم دیں اور جب دس سال کے ہوجائیں تو ان کے بستر الگ کردیں۔ (ابوداؤد:495) اس حدیث میں بچپن ہی میں نماز پڑھنے اور بستر الگ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے، تاکہ وہ اللہ کے ساتھ ادب اور مخلوق کے درمیان رہن سہن کے طریقے سیکھ لیں۔

۲۔ بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا۔ بخاری، کتاب الأطعمۃ: 5376 میں ایک صحابیؓ نے اپنا واقعہ ذکر کیا ہے کہ میں بچّہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور میرے ہاتھ برتن کے چاروں طرف (کھانے کے دوران) گھوم رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بچّے! دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ لہٰذا اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔

۳۔ اگر گھر میں بچہ بطور مہمان آیا ہوا ہے تو اسے بھی نماز پڑھنے کی تلقین کریں۔ اور نہ پڑھنے پر اس سے بازپرس کرنی چاہیے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے گھر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت عشاء تشریف لائے اور گھر والوں سے کہا: کیا بچّے نے نماز پڑھی؟ تو گھر والوں نے کہا: ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ (ابوداود، کتاب الصلاۃ:1356)

۴۔ بچوں کو روزے رکھوانا اور انہیں مساجد لے کر جانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں شراب پینے والے (ایک شخص) سے کہا: تو ہلاک ہوا (تو نے رمضان میں شراب پی ہے) ہمارے بچے بھی روزے دار ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا پیٹا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کی صبح انصار کی بستیوں میں جو گردونواح میں تھیں، یہ پیغام بھیجوایا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ روزہ برقرار رکھے۔ اور جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ دن کا باقی حصہ بھی اسی حالت میں گزارے۔ ربیع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ اور انہیں اپنے ساتھ مسجد میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو روئی کی گڑیا بنا دیا کرتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم اس کا دل بہلانے کے لیے اسے گڑیا دے دیتے، حتی کہ افطار کا وقت ہوجاتا۔

۵۔ حلال وحرام کا خیال رکھنا: باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حلال وحرام کا پاس ولحاظ رکھے اور اولاد کو بھی اس کا خوگر بنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے لاعلمی میں صدقے کی ایک کھجور منہ میں ڈال لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر اسے باہر نکلوا دیا اور فرمایا: نکالو! نکالو! تمہیں نہیں معلوم کہ محمد کے خاندان پر صدقہ حرام ہے۔ (بُخاری، کتاب الزکوۃ:1491)

۶۔ والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو دنیا کی رنگینی اور خوش نما ساز وسامان سے بچائیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے؛ لیکن اندر نہیں گئے۔ فرمایا: میں نے فاطمہ کے دروازے پر پردے دیکھے۔ بھلا ہم لوگوں کو آرائش سے کیا مطلب؟ (بُخاری، کتاب الھبہ :1183)

۷۔ اپنی اولاد کی صالحیت کے لیے دعا کریں:۔ یہی انبیاء کرام کا اسوہ اور اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی ”میرے رب! اس شہر کو پرامن بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچالے۔ ایک دوسری جگہ ہے: اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنادے۔ اے ہمارے رب! اور میری دعاء کو قبول فرمالے۔ ایک اور جگہ یہ دعا سکھائی گئی: ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ سورۂ احقاف: ۱۵ میں ایک دعا یہ بھی ہے کہ اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں، جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دیا ہے۔ اور ایسے نیک اعمال کروں جنہیں تو پسند کرتا ہے۔ اور تو میری اولاد کو نیک چلن بنادے۔ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ اور بیشک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

مدارس کو نشانہ بنانے کی کوشش کامیاب ہونے نہیں دی جائے گی: مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

حکومت شرپسند عناصر پر فوراً لگام لگائے، خانقاہ رحمانی اپنا کردار ادا کرے گی: سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی کا اعلان

بہار حکومت کو چاہیے کہ ایسے عناصر پر لگام کسے جو مدارس ومساجد پر اپنی فرقہ وارنہ سیاست کی روٹی سینکنا چاہتے ہیں۔ خانقاہ رحمانی نے ماضی میں بھی مدارس کے تحفظ کا بیڑہ اٹھایا تھا، وہ آج بھی عوام الناس کے تعاون سے ان کوششوں سے نمٹنا جانتی ہے۔ بانکا میں مدرسہ کے پاس مبینہ دھماکے کی خبر آنے کے بعد فرقہ پرست عناصر کی مدارس اور مساجد کے خلاف ہنگامہ آرائی اور متنازعہ بیانات کے تناظر میں مولانا احمد ولی فیصل رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔

خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں نے ماضی کی کوششوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ماضی میں بھی مدارس اسلامیہ کو ٹارگیٹ کرنے کی کوشش کی گئی، وزارتی گروپ کی رپورٹ کے ذریعہ مدارس کو نشانہ بنانے کی تیاری تھی، لیکن ان کوششوں کے خلاف خانقاہ رحمانی سے مضبوط آواز اٹھی، سابق سجادہ نشیں امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی علیہ الرحمہ نے 2 فروری 2002 کو ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن کا انعقاد کیا جس سے پورے ملک کے علماؤ دانشوران نے کھل کر پیغام دیا کہ مدارس پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی، اس کے بعد یہ سلسلہ رک گیا اور حکومتی ذمے داروں کو کہنا پڑا کہ مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سابق صدر جمہوریہ اے پی جے عبدالکلام نے 31 مئی، 2003 کو خانقاہ رحمانی کے دورے کے موقع سے بیان دیا کہ انھوں نے بھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے، اس بیان نے ان عناصر کی زبردست حوصلہ شکنی کی۔ مولانا احمد ولی فیصل رحمانی نے کہا کہ خانقاہ رحمانی اپنے بزرگوں کی جرات وعزیمت کی اسی تاریخ کو دہراتی رہے گی اور عوام وخواص کی مدد سے ایسی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ انھوں نے اپنے بیان میں کہا کہ حکومت بہار سے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ آزادانہ اور منصفانہ جانچ کرائے گی، ریاست کے باہمی اتحاد وہم آہنگی کی فضا برقرار رکھے اور ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کرے جو فرقہ وارانہ ماحول کو بگاڑنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔

الحاج شفیع احمد صاحب مرحوم کے لیے دعاء مغفرت

ضلع مظفرپور کے مردم خیز گاؤں اُسری بیشی کے باشندہ اور مولانا وسیم غازی معاون قاضی امارت شرعیہ کے دادا جناب حاجی شفیع احمد ولد عبداللہ ولد بہادر علی صاحب کا یکم ذی قعدہ 1442ھ مطابق 13/ جون 2021ء کو مظفرپور کے پرساد اسپتال میں دوران علاج انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! حاجی صاحب نے سو سال سے زائد عمر پائی تھی، آزادی ہند کی تحریک میں بھی شریک رہے، انگریزوں کے خلاف ہونے والے جلسوں اور تحریکات میں شریک ہوتے تھے، آپ گوناگوں صفات کے حامل تھے، سیاست دانوں میں بھی اچھی پکڑ رکھتے تھے، مسلمانوں اور غیر مسلموں میں یکساں مقبول ومعروف تھے، سماج ومعاشرہ کے ہر شخص کو لے کر چلنے والے تھے، ونیز علماء حق کے بڑے قدردان تھے۔ اکابر علماء سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب، قاضی مجاہد الاسلام صاحب اور قاری طیب صاحب رحمہم اللہ جیسے پایہ کے علماء سے ملاقات اور صحبت کا شرف حاصل تھا۔ آخری عمر میں بھی روزانہ قرآن کریم کی تلاوت، ذکر واذکار، اوراد ووظائف اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرلیتے تھے، بڑے رعب دار اور صاحب رائے شخص تھے، جب تک جسمانی طور پر کمزور نہیں ہوئے تھے، علاقہ کی کوئی پنچایت ان کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

کتابِ ہدایت کو مشعل راہ بنائیے

مولانا محمد منہاج عالم ندوی

قرآن کریم انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل ہوا، اس میں دین دنیا کی سعادت، بنی نوع انسان کی ہدایت اور اخروی نجات کی ضمانت ہے اس کی شان اعلیٰ وارفع ہے، یقیناً یہ قرآن کریم کا اعجاز اور نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو عطا کردہ وہ معجزۂ ربانی ہے جو اس کے پڑھنے سننے اور اس کے معانی و مفاہیم کے سمجھنے والے کے دلوں پر اثر کرتی ہے، اس کی تلاوت کرنے والے کے سامنے آج بھی دنیا کی بہت ساری موسیقی اور میوزک پھیکی اور ہیچ ہے یہی وجہ ہے کہ دور نبوی سے لیکر آج تک سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں وہ لوگ جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف طرح طرح کے حربے استعمال کیے، ہر طرح کی سازشیں کیں اور اس کی آفاقیت کو ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا؛ لیکن سبھوں نے اپنے منھ کی کھائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ایسی حلاوت، مٹھاس اور مقناطیسی صفات رکھی ہیں کہ اس کی آواز جن کے کانوں میں پڑی اسے اپنانے پر مجبور ہو گئے قرآن کریم کے اثر آفرینی کا پختہ یقین اہل مکہ کو بھی تھا۔ یہی وجہ ہے انہیں ایسا لگتا تھا کہ اگر محمدؐ کی باتیں اور ان کے اس کلام کی آواز جسے لیکر وہ آئے ہیں ہماری کانوں کے ساتھ ٹکرائی تو بچ نہیں پائیں گے جس کی وجہ سے وہ لوگ قرآن کی آواز کو سننا ہی پسند نہیں کرتے تھے اور اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوششوں میں لگے رہتے بلکہ اپنی اپنی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیا کرتے تھے کہ حق کی آواز سے بچ جائیں؛ مگر ان سب کے باوجود جب ان کے کانوں سے قرآن کی آواز ٹکرائی تو ان کے دل کی اجڑی ہوئی دنیا یکلخت بدل گئی اور ان کا دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا، ان کی کیفیت یہ ہوگئی کہ جس چیز سے جان بچا کر بھاگتے تھے اسی کے عاشق ہو گئے اور جس نبی سے جان چھڑانے کے درپے تھے ان پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کو زندگی کا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایہ سمجھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر نہ رہ سکے، ایسا کیوں کر نہ ہو قرآن کہتا ہے ''کہ یہ کتاب راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے'' (سورہ بنی اسرائیل آیت: ۹)۔ اور قرآن کریم تو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور اجر عظیم کی بشارتیں سناتا ہے اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔

قرآن کریم کے اندر کسی طرح کی کوئی بھی تبدیلی اور الٹ پھیر نہیں ہوسکتی، اس پیغام ربانی کو حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام لیکر آئے اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو پہونچا دیا، اس میں کسی طرح کے تغیر و تبدل کا کوئی امکان ہی نہیں، اس کی کسی سورہ اور پارے تو کیا ایک لفظ، ایک حرف اور نقطہ کی بھی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوسکتی، اور ایسا اس وجہ سے بھی ناممکن ہے کہ خود خالق کائنات نے اس کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لے لیا ہے قرآن کہتا ہے کہ ''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے'' (الحجر: ۸۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ ''یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہونچ کر رہے گا، اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھا جائے گا، زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے، زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کی سوری و معنوی اعجاز میں اصلا ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا، قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا کم کردینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو کم نہ کرسکیں گی، حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے، ''میور'' کہتا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو، ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے منھ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں، جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں، واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی، کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی، یہی وجہ ہے کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہوسکا، کسی نے قرآن کے رکوع گن لیے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی جماعت موجود نہ رہی ہو، خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے، پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہوجائے تو ایک بچہ اس کو بلا جھجک ٹوک دیتا ہے، چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن ہی نہیں پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں''

قرآن نے ڈنکے کی چوٹ پر چیلنج کیا اور فرمایا ''فرما دیجیے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے جیسا کوئی دوسرا کلام بنا کر لے آئیں تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔'' (الاسراء: ۸۸)

جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت لوگوں نے کہا کہ اس کتاب کو تو محمدؐ خود سے گڑھ کر بیان کرتے ہیں ہم بھی اگر چاہیں تو اس طرح کئی کتابیں پیش کردیں، قرآن نے ایسے لوگوں سے کہا: ''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو آپ نے گھڑ لیا ہے، اے نبیؐ! آپ ان سے کہیے تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جسے چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو'' (ھود: ۱۳)

اور اگر دس سورتیں بھی نہ پیش کرسکو تو ایک ہی سورہ پیش کر کے دکھا دو، یقین مانو تم ایسا ہرگز نہیں کرسکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم لوگوں کو شک ہے اس کلام کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورہ تم بھی بنا کر پیش کردو، اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو اور اگر تم ایسا نہ کرسکو، اور ہرگز تم ایسا نہ کرسکو گے، تو بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے'' (البقرۃ: ۲۳، ۲۴)۔

چنانچہ آج تک باطل طاقتوں کی طرف سے تحریف کی جو بھی کوشش کی گئی یا اس میں کسی طرح کی انگشت نمائی کرنے کی سازش ہوئی سبھوں نے منہ کی کھائی اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی، ابھی حالیہ دنوں میں قرآن مجید میں یہودیوں نے تحریف کرنے کی کوشش کی اور کتاب التوحید کے نام سے ایک کتاب مرتب کی مگر خود اس حلقہ میں بے اثر ثابت ہوئی۔

اس لیے قرآن کا معجزہ آج بھی سر چڑھ کر بول رہا اور لوگ اسے اپنا کر اپنی دنیا و آخرت سنوار رہے ہیں، نہ جانیں کتنے لوگوں نے اس کے ذریعہ اپنی عاقبت سنوار لی، ہمیں بھی اس کی تلاوت سے دل کی تاریکی کو روشن کرنا چاہیے، ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کی تلاوت ضرور کریں بلکہ اسکے معانی میں غور و فکر کر کے دل کی اجڑی ہوئی دنیا کو سکون بخشیں۔

خصوصا اس ماہ مقدس میں جس کی قرآن سے غایت درجہ کی مناسبت اور ہم آہنگی بھی ہے کہ اسی مہینے کی ایک مبارک رات میں قرآن کریم کا نزول ہوا قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل فرمایا ہے۔ (القدر: ۱)

اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک ایک حرف کے پڑھنے پر ثواب رکھا ہے اور اس کا پڑھنا، لکھنا، سمجھنا، دیکھنا، چھونا، عبادت اور کار ثواب ہے اس لئے ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے جب بھی اسکی تلاوت ضرور کرنی چاہیے اور اگر اسکی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس میں تفکر اور تدبر اور پورے انہماک سے کام لیں تو یہ رب دوجہاں پر ایمان و عقیدہ کو اور بھی مضبوط اور ٹھوس کرتا ہے؛ کیونکہ قرآن کریم کی حقیقی برکت اور اس کی رحمت تو اسی میں مضمر ہے اور قران کریم بار بار اس کی طرف واضح الفاظ میں دعوت دیتا ہے کہ اگر وہ لوگ اس کتاب کے بارے میں حسد، بغض و عناد اور ہٹ دھرمی سے پرے ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اس کے معانی مفاہیم، حرکات و سکنات، اس کی ترتیبوں پر غور و فکر کریں تو سمجھ میں آجائے گا کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں بلکہ کلام خداوندی ہی ہے جو تمام طرح کے نقائص اور عیوب سے مبرّا اور پاک ہیں ارشاد باری ہے: کیا وہ لوگ قرآن کریم میں غور و فکر نہیں کرتے کہ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ لوگ اس میں بہت سارے اختلاف پاتے، (النساء: ۸۲)

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے: کیا قرآن مجید میں تدبر سے کام نہیں لیتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ (محمد: ۲۴)

آج یہ جو ہمارے سامنے طرح طرح کی پریشانیاں اور نت نئے مشکلات کھڑی ہیں وجہ قرآن کریم اور تعلیمات نبوی سے غفلت، دوری اور عدم التفات ہے، جس کی وجہ سے آج ہم چہار دانگ عالم میں ذلت و پستی کے شکار ہو رہے ہیں۔ اللہ کے محبوب پیغمبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک تو اللہ کی کتاب (قرآن کریم) دوسری اس کے پیغمبر کا طریقہ، تم جب تک مضبوطی کے ساتھ اسے پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے، اس لیے قرآن کو اپنا گائڈ، رہنما تسلیم کر کے زندگی گزاریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی زندگی پر عمل پیرا ہو جایئے ان شاء اللہ دنیا کی کامیابیاں ہمارے قدم بوسی کے لیے تیار ہے، اور آخرت میں بھی سرخ رو ہونگے۔

ایفاء عہد مومن کی شان

ایمان والوں کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدہ وعہد کو پورا کرتے ہیں، جب کہ منافق کی خصلت یہ ہے کہ وہ وعدہ کرے گا تو اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ جھوٹ، دھوکہ، فریب، بدعہدی، خیانت کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتے تھے۔ قرآن کریم میں کئی جگہوں پر ایفاء عہد کی تاکید ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد کو پورا کرنا ضروری ہے اور عہد شکنی حرام ہے، اللہ رب العزت نے ایفاء وعدہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں پرسش ہوگی۔'' (سورۃ الاسراء: ۱۷) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: منافق کی تین علامتیں ہیں: اول یہ کہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

اسلام نے محض ایفائے عہد کی تعلیم و تلقین ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں اللہ کے عذاب کی وعیدیں بھی آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لئے آخرت میں اور بات نہ کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ اور دیکھے گا بھی نہیں اللہ ان کی جانب قیامت کے روز، نہ پاک کرے گا انہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (آل عمران/ ۷۷)

ایفائے عہد بندے کی عزّت و وقار میں اضافے کا سبب ہے جبکہ قول و قرار سے روگردانی اور عہد کی خلاف ورزی بندے کو دوسروں کی نظروں میں گرا دیتی ہے: نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: اس شخص کا دین میں کچھ حصہ نہیں جو وعدہ پورا نہیں کرتا۔ (معجم کبیر) اس لیے علماء کا قول ہے کہ اگر جائز شئے کا وعدہ کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے، مسلمان سے وعدہ کرے یا کافر سے، عزیز سے وعدہ کرے یا غیر سے۔

اصلاح معاشرہ کے لئے میڈیا کا استعمال

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آج ہم جس معاشرہ میں سانس لے رہے ہیں، یہ اخلاقی انحطاط، بے عملی، انارکی، لاقانونیت، رشوت، سودخوری، بدعنوانی اور اس جیسے بہت سارے امراض میں مبتلا ہے، سماج سے ان برائیوں کو دور کرنا علماء حق کی ذمہ داری ہے، الحمدللہ علماء حق اس میں بخوبی لگے ہوئے ہیں، یہ کام مدارس اسلامیہ کے پھیلے ہوئے نظام کے تحت بھی ہو رہا ہے اور علماء کرام کے خطابات بھی اس میں کلی طور پر ممد و معاون بن رہے ہیں۔ کام آگے بڑھ رہا ہے اور اسے بڑھنا چاہئے، لیکن اسکے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اب بھی ہم نے بہت سارے دلوں پر دستک نہیں دی ہے اور بہت سارے قلوب کو نہیں جھنجھوڑا ہے۔ بہت سارے علاقوں میں ہماری آواز اب تک نہیں پہونچی ہے اور ہم اپنے محدود وسائل اور رجال کار کی کمی کی وجہ سے چاہ کر بھی ان تک نہیں پہونچے ہیں اور شاید موجودہ طریقۂ کار میں ایسا ممکن بھی نہیں ہے۔ اگر ہم اس کام کو بڑے پیمانہ پر کرنا چاہتے ہیں تو دو اہم کام کرنے ہوں گے، ایک تو یہ کہ داعی خود اسلام کا اشتہار ہو جائے، اسکا اخلاق، کردار، اعمال، فکر اور سوچ سب اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھل جائے کہ دیکھنے والا اس کو مثال اور نمونہ بنا سکے اور یہ ممکن ہو کہ ہم کسی کو کہہ سکیں کہ یہ مجسم اسلام کھڑا ہوا ہے۔ آج واقعہ یہ ہے کہ ہم جس چیز کی دعوت دیتے ہیں، ہمارا اپنا عمل اس کی نفی کرتا رہتا ہے۔ داعی کی دعوت کو اس کا کردار جھٹلا دے تو دعوت کا کام مؤثر نہیں ہو سکتا۔ قرون اولی میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی وجہ یہی تھی کہ جو مسلمان جہاں تھا، اسلام کا اشتہار بن گیا تھا۔ دوسرا کام یہ ہے کہ ہم اس کام کے لئے ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا استعمال کریں تاکہ تھوڑی توانائی صرف کر کے بڑے حلقوں تک اپنی بات پہونچا سکیں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے لئے سب جگہ پہونچنا ممکن نہیں ہے، لیکن اگر ہماری آواز میڈیا کے ذریعہ پھیلتی ہے تو یہ آواز گھر گھر پہونچے گی، جس سے سماج کی اصلاح کے دروازے کھلیں گے، لیکن یہ کام بہت آسان نہیں ہے۔ یہ تلوار کی دھار پر چلنا ہے اور ذرا سی چوک سے مثبت کے بجائے منفی اثرات پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑوں نے بڑے پیمانے پر اب تک اس کا استعمال نہیں کیا ہے۔

جب ہم میڈیا کی بات کرتے ہیں تو ہمارا ذہن پرنٹ میڈیا اور الکٹرونک میڈیا دونوں کی طرف جاتا ہے۔ پرنٹ میڈیا میں جو کچھ آ رہا ہے۔ اس میں اخبارات کو چھوڑ دیا جائے تو اصلاح معاشرہ سے متعلق کچھ نہیں ہوتا، بلکہ معاشرہ کا جو فساد ہے اسے ہی نمایاں کر کے شائع کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس کی حیثیت ''گرم خبر'' کی ہوتی ہے، ہر اخبار چاہتا ہے کہ یہ گرم خبر وہ اپنے قاری کو فراہم کرے، قاری کا ذوق بھی ایسا ہی ہو گیا ہے کہ تعمیری خبروں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی، قاری کے اسی ذوق کی وجہ سے جرائم اور جنسی رسائل سے بازار بھرے پڑے ہیں اور شاید پرنٹ میڈیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا یہی موضوع ہے۔ ایسے میں قاری کی سوچ اور فکر کو کس طرح ان خبروں اور آرٹیکل کی طرح موڑا جائے جو سماج سے بگاڑ کو ختم کر سکتے ہیں یہ ایک مشکل کام ہے۔ لیکن ناممکن ہرگز نہیں ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اخبارات اور رسائل کے مدیران سے اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا جائے تاکہ وہ ان خبروں کو نمایاں کریں، جو سماج میں صالح معاشرہ کی تشکیل میں معاون ہوں، ایسے آرٹیکل اور مضامین کے لئے کچھ حصے مختص کئے جائیں جو اس موضوع پر لکھے گئے ہوں، ان واقعات پر بھی توجہ دی جائے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سماج میں ابھی صالح قدروں کا فقدان نہیں ہوا ہے، اس قسم کے سارے مضامین کا اسلوب ایسا رکھا جائے کہ مطالعہ کنندہ کو یہ مضامین محض وعظ نہ معلوم ہوں، قاری کی دلچسپی اس سے بن جائے اور وہ شوق و ذوق سے پڑھا جائے۔ اس سلسلے میں تمثیلی انداز بھی مؤثر معلوم ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات سے مثبت نتائج اخذ کرنے والا اسلوب اس کام کے لئے ہر اعتبار سے مفید اور مناسب ہے، ادب اور شاعری کی ہیئت، فورم اور اسلوب میں بھی یہ کام اچھے انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ جس زمانہ میں توبۃ النصوح، مراۃ العروس، ابن الوقت وغیرہ لکھی گئیں، اس وقت اس نے بڑے حلقے کو متاثر کیا تھا۔ حالی کی شاعری کو چاہے آپ ''زوال پذیر قوم کا مرثیہ'' کہیں لیکن اس سے جو کچھ کرنے، آگے بڑھنے اور صلاحیت کو صالحیت کے ساتھ پروان چڑھانے کا حوصلہ ملتا ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ادب، شاعری کے حوالہ سے اگر ہم اپنی بات رکھیں تو پرنٹ میڈیا کے لئے اسے چھاپنا بھی آسان ہو گا اور پڑھنے والوں اور اثر قبول کرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہو گی ''ادب اسلامی'' کا عنوان اگر گراں بار ہو تو بھی موضوع میں اس کی رعایت کر لی جائے کہ وہ اعلی اخلاقی قدروں کے فروغ کا ذریعہ بن جائے۔ اس طرح ہم پرنٹ میڈیا کا وسیع پیمانے پر استعمال کر سکیں گے، اور اس کے مثبت اور مفید نتائج سامنے آئیں گے۔

اصلاح معاشرہ کیلئے الیکٹرونک میڈیا کے استعمال میں پرنٹ میڈیا سے زیادہ دشواری ہے۔ کیوں کہ الیکٹرونک میڈیا کا کوئی پروگرام ایسا نہیں ہوتا، جس میں مغرب کی ''روشن خیالی'' کی جھلک نہ ہو، ناظرین اسی کے عادی ہو گئے ہیں اور دوسرا کوئی پروگرام جو انتہائی سنجیدہ اور لہو و لعب سے پاک ہو، ناظرین کی نظر میں ''بور'' ہوتا ہے۔ جب پہلے مرحلہ میں بوریت گھس جائے تو نہ افادہ آسان ہوتا ہے اور نہ استفادہ۔ ایسے میں ہمیں اپنی الگ راہ سوچنی ہو گی، جو شریعت کے نقطۂ نظر کے مطابق ہو اور جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے، اس کے لئے الیکٹرونک میڈیا کے ماہرین کو اس کام سے جوڑنا ہو گا، جو منصوبہ بند انداز میں اس اہم کام کو کر سکیں، وہ اصلاح معاشرہ کے بلند بانگ نعرے اور دعوے کے ساتھ میدان میں نہ آئیں بلکہ پروگرام کا موضوع، ترتیب اور پیش کش اس انداز کا ہو کہ وہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے صحیح مصداق بن جائیں، جو لوگ اس عنوان سے بدکتے رہے ہیں وہ بھی غیر شعوری طور پر اس سے متاثر ہوں۔

ہوتا یہ ہے کہ جب ہم کوئی نعرہ دے کر لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں تو ایک بڑا طبقہ اس نعرے کی وجہ سے پہلے مرحلہ میں ہی ہم سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم بغیر نعرے کے کھڑے ہوں تو بہت لوگ اس کی طرف تجسس کے جذبے سے متوجہ ہوں گے۔ اور ہم اپنی بات ان تک پہونچانے میں کامیاب ہوں گے۔

ہندوستان کی صحت اس کے دیہاتوں میں ہے

انگریزی اخبار سے

وجاہت حبیب اللہ سابق سکریٹری وزارت برائے پنچایتی راج، حکومت اتر پردیش

ایک جمہوری حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہونی چاہئے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے لیے حفظان صحت کی سہولتوں کو لازمی طور پر فراہم کرانے کی یقین دہانی کرائے۔ لیکن حکومتیں آ رہی ہیں، جا رہی ہیں، غریبوں، ضرورت مندوں اور پسماندہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے دھڑا دھڑ اسکیمیں بن رہی ہیں، حکومتیں ان اسکیموں کو گاؤں، دیہات اور قصبوں میں ہر وقت اور آسانی کے ساتھ ہر شخص کی پہونچ میں لانے کے لیے بڑے بڑے دعوے اور وعدے کرتی ہیں، بنیادی طبی مراکز کا نیٹ ورک ہر ہر پنچایت میں پھیلا ہوا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حفظان صحت کی سہولتوں کا ہنوز فقدان ہے۔ یہ حالات اس وقت ہیں، جبکہ ہمارے ملک میں دنیا کے اچھے اور ماہر ڈاکٹرز موجود ہیں، ایسے عمدہ اور معیاری اسپتال بھی موجود ہیں، جس کی سہولتوں اور کم خرچ میں عمدہ علاج کی وجہ سے پوری دنیا سے مریض سستے اور بہتر علاج کے لیے کھنچے چلے آتے ہیں۔ ہمارے پاس ایلوپیتھک کے علاوہ ایک قدیم اور کارگر طریقہ علاج بھی ہے (آیوروید) جو کہ صدیوں سے ایک بہترین طریقہ علاج رہا ہے، حالانکہ یورپ اب بھی ایلوپیتھک کے متبادل کی تلاش میں جد وجہد کر رہا ہے۔ ایک وسیع اور متنوع میں حکومت کی اسکیموں کی کامیابی خاص کر کے حفظان صحت سے متعلق اسکیموں کی کامیابی عوامی تعاون پر منحصر ہے۔ ہمارے یہاں حکموت کی ایسی اسکیموں کو نافذ کرنے میں عوامی تعاون بہت کم رہتا ہے، عوام کو حفظان صحت کے ضوابط کو نافذ کرنے میں جو دلچسپی دکھانی چاہئے وہ دکھائی نہیں دیتی۔ اس میں نیچے کی سطح سے تبدیلی کی ضرورت ہے، اگر لاکھوں اور کروڑوں لوگوں تک بنیادی طبی سہولتوں کو پہونچانے کا منصوبہ ہے تو اس کے لیے گاؤں گاؤں میں محنت کرنی ہو گی، لوگوں کو حفظان صحت کے تئیں بیدار کرنا ہو گا، اور ایک صحت مند سماج بنانے کے لیے لوگوں کی صحت مند فکر کے لیے کوشش کرنی ہو گی۔ ایک بہتر، مضبوط اور صحت مند معاشرہ کی تعمیر میں گرام پنچایت کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ خاص کر چھوٹے بچوں اور ان کی ماؤں کی صحت اور خوراک کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ جب آئین میں تہترویں ترمیم کا منصوبہ بنا تو یہ چیز بنیادی مقاصد میں شامل تھی۔

اتر پردیش جو ہندوستان کا آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا صوبہ ہے، صحت اور خوراک کے معاملہ میں اس کا بہت ہی برا حال ہے، اعداد و شمار شاہد ہیں کہ یہاں سو میں سے صرف تین زوجین ایسے ہیں جو بچے کی پیدائش کے کے بعد مانع حمل کا استعمال کرتے ہیں، اس کی وجہ سے بچوں کی پیدائش میں بہت کم مدت کا فرق ہوتا ہے، جس سے زچہ اور بچہ کی صحت پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔ اتر پردیش میں ہر چھ میں سے پانچ عورتیں ایسی ہیں جو کہ پیدائش کے پہلے چھ مہینوں میں بھی مکمل طریقہ سے اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلا پاتی ہیں، نصف کے قریب قریب البلوغ لڑکیاں خون کی کمی، نقص تغذیہ اور لو امیونٹی (Low immunity) یعنی نشو و نما میں کمی کی شکار ہوتی ہیں اور یہ چیز ان کی اولاد میں بھی منتقل ہو سکتی ہے۔ یہ اعداد و شمار بہت ہی افسوسناک اور باعث تشویش ہیں اور یہ حالت صرف اتر پردیش میں نہیں ہے، بلکہ کم و بیش کئی صوبوں میں اعداد و شمار میں معمولی فرق کے ساتھ صورت حال ایسی ہی ہے۔ پنچایتی راج کے ادارے (پی آر آئی) حکومت کے کسی بھی دوسرے میکنزم سے زیادہ خصوصی طور پر اسی لیے بنائے گئے ہیں، تاکہ دیہاتی علاقوں کے باشندوں کو زیادہ سے زیادہ انتظامیہ میں شامل کیا جائے۔ گرام سبھا جو کہ ملکی عدالتوں کے طرز پر ہی ڈیزائن کی گئی ہے، گاؤں کے ہر باشندے کو اس میں وکیل بننے کا موقع ملتا ہے اسی طرح حفظان صحت کے میدان میں بھی ان کو اختیارات دینے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، تاکہ وہ بھی اپنے گاؤں کی بہتر صحت اور خوراک کے سلسلہ میں سرگرمی دکھائیں، اس کے لیے بڑے پیمانے پر ان کو حکومت کے اس شعبہ سے جوڑا جا رہا ہے۔ حکومت نے ایک اور منصوبہ بنایا ہے وہ ہے ولیج ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈے (VNHD) منانے کا پروگرام بھی گاؤں میں بنیادی طبی سہولتوں اور معیاری غذا کی فراہمی کے تئیں بیداری پیدا کرنے میں موثر ثابت ہو سکتا ہے۔

ان سبھی منصوبوں کو پنچایتی راج کے گاؤں کی ترقی کے منصوبے کے ساتھ جوڑا گیا ہے، وی ایچ این ڈی کی افادیت آج کے پس منظر میں اور زیادہ بڑھ گئی ہے، اب اس کے تحت نقص تغذیہ، بنیادی طبی سہولت، اور نشو و نما کی کمی جیسے موضوعات پر توجہ دی جا رہی ہے۔ سرگرم اور متحرک گرام سبھا اس کے اندر اپنا اہم کردار ادا کر سکتی ہے، اگر گرام سبھا توجہ دے تو ولیج ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈے پر حمل سے پہلے کی جانچ، آئرن فولک ایسڈ ٹیبلیٹ (IFA) وغیرہ کی تقسیم، خاندانی منصوبہ بندی کی کاؤنسلنگ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں اور ان کے شیر خوار بچوں کو متابدل غذا کی فراہمی جیسے پروگرام منعقد کیے جا سکتے ہیں۔ اگر ولیج ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈے کو کامیاب بنایا گیا تو اس دن سماج کے پچھڑے اور حاشیے پر رہنے والے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر آکر حفظان صحت کے ذرائع اور طبی سہولتوں سے استفادہ کا موقع ملے گا۔ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ ولیج ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈے کا انعقاد خواتین ہیلتھ ورکرز مثلاً ایکریڈیٹیڈ سوشل ہیلتھ ایکٹیوسٹ (ASHA) آگزیلیری نرس مڈوائف (ANM) اور آنگن باڑی ورکرز کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس سے سماج کے اندر خواتین کو ایک صحت مند معاشرہ بنانے کے عمل میں قائدانہ کردار ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یوپی میں ۲۰۱۵ء میں جو ۱۱۹۲ گرام پردھان منتخب ہوئے ہیں، ان میں سے ۵۶۸ خواتین ہیں، لہٰذا گرام پردھان ہونے کی حیثیت سے وہ حکومت کے وسائل کا استعمال گاؤں کی ترقی کے لیے آسانی کے ساتھ کر سکتی ہیں، مثال کے طور پر پرائمری ہیلتھ سنٹر کو گرام پنچایت کے کنٹرول میں دے دیا گیا ہے، اور اس کو ولیج ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ڈے کا ادارہ وسائل قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا پرائمری ہیلتھ سنٹر کی مدد سے گاؤں کے لوگوں کی صحت کے بارے میں فکر کی جا سکتی ہے۔ خواتین کی ان خدمات کو سراہنے کے لیے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے یوپی حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ ۲۰۱۷ وومینس ڈے (۸/مارچ) پر ایسی ایک سو خواتین گرام پردھان کو ایک ایک لاکھ روپئے کے انعام سے نوازا جائے گا، جو حفظان صحت وغیرہ کے تعلق سے گاؤں میں مثالی خدمات انجام دیں گی۔

یہ بھی خوش آئند بات ہے کہ مرکز نے وعدہ کیا ہے کہ وہ پی آر آئی کو مزید موثر اور مضبوط بنانے کے لیے مناسب قدم اٹھانے والی ہے، مرکزی حکومت کی حالیہ گرام ادے اسکیم کے ذریعہ گاؤں میں رہنے والوں کو معاشرتی ہم آہنگی، اور ایک خوشحال، مضبوط اور صحت مند گاؤں بنانے کے لیے ترغیب دینے کا کام کیا جائے گا۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ ''ہندوستان یورپ کی طرح نہیں ہے، ہندوستان کلکتہ اور بمبئی نہیں ہے، ہندوستان اپنے سات لاکھ گاؤں میں رہتا ہے۔'' مہاتما گاندھی کے اس خواب کو حقیقت کا روپ لینے اور بالآخر گاؤں کے انتظامات کو آئین کا حصہ بننے میں آزادی کے بعد سے نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ اصل جمہوریت مرکز میں بیٹھے ہوئے بیس لوگوں کے ذریعہ نہیں قائم ہو گی، یہ تو قائم ہو گی نچلی سطح سے، ہر گاؤں اور ہر دیہات کے لوگوں سے۔'' پنچایت کے ادارے خواہ وہ اتر پردیش میں ہوں یا ملک کے کسی بھی حصے میں ہوں جو آئین کے اس اصول پر کام کر رہے ہیں، وہی گاندھی جی کی ''اصل جمہوریت'' کی واقعی تصویر ہیں۔

(ترجمہ: محمد عادل فریدی)

طب وسائنس

برسات میں صحت کے مسائل

سعدیہ اویس

موسم برسات کی آمد اور باران رحمت کے نزول سے مرجھائے ہوئے پودوں میں جان آجاتی ہے اور درختوں کے پتوں سے مٹی ڈھل کر ان کا قدرتی حسن نکھر جاتا ہے۔ بے آباد نظر آنے والے کھیتوں میں سبزہ اگنا شروع ہوجاتا ہے۔ پرندے خوشی سے چہچہاتے ہیں۔ گرمی کے مارے ہوئے انسانوں کی جان میں جان آجاتی ہے۔ غرضیکہ یہ موسم گرمی سے تڑپتے ہوئے انسانوں اور حیوانوں کیلئے خوشی کا پیغام لاتا ہے، چونکہ ہوا میں آبی بخارات کا تناسب بڑھ جاتا ہے لہٰذا اس موسم میں قیام وطعام کے سلسلے میں چند احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں چند ضروری ہدایات درج ذیل ہیں۔

☆موسم برسات میں بارشوں کی کثرت کے باعث جگہ جگہ پانی جمع ہوجاتا ہے اور اس جمع پانی پر مچھر پرورش پاتے ہیں اور ملیریا کی افزائش کا باعث بنتے ہیں۔ نیز رات کے وقت یہی مچھر آرام کی نیند میں حائل ہوتے ہیں۔ مچھر کے خاتمہ کیلئے ضروری ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی کے نکالنے کا انتظام کیا جائے اور کھڑے پانی پر مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے، اس کی ایک باریک تہہ سے مچھر کے سپورز کو ہوا نہیں ملتی اور وہ مرجاتے ہیں اور ان کی افزائش کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔

موسم برسات میں اکثر ہیضہ بھی وبائی صورت اختیار کرلیتا ہے اس کی اصل وجہ ہوا میں رطوبت کی زیادتی ہوتی ہے، جس سے جراثیم کو پنپنے کا موقع ملتا ہے اور نظام انہضام بھی زیادتی رطوبت سے کمزور ہوچکا ہوتا ہے لہٰذا ہیضہ کے جراثیم پینے کے پانی کے ذریعے شامل ہوکر مرض پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ ان دنوں پینے کے پانی اور دودھ وغیرہ کو اچھی طرح ابال کر استعمال کیا جائے، تاکہ ان میں موجود جراثیم تلف ہوجائیں۔ خاص طور پر موسم برسات میں اُبلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا ہی فائدہ مند ہے۔

موسم برسات میں اکثر افراد کو کثرت سے پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں ان کے ازالہ کیلئے روزانہ دن میں دو تین دفعہ پابندی سے اچھے صابن' نیم سوپ' کاربالک سوپ یا ڈیٹول کے ساتھ غسل کرنا چاہیے؛ نیز موسم برسات میں کثرت سے نیم پر لگنے والا پھل نمولی کو کھاتے رہنا چاہیے اس سے پھوڑے پھنسیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

اس موسم میں نمی کی زیادتی سے تیار شدہ غذاوں کا تعفن پیدا ہونا اور ان میں پھپھوندی لگنا عام مسئلہ ہے اور متعفن غذا کا استعمال نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ایسی غذا معدہ میں پہنچنے کے بعد نظام ہضم کو شدید متاثر کرکے قے اور اسہال کی تکلیف کا باعث بنتی ہے اس لیے موسم برسات میں غذائی اعتبار سے خصوصی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے خصوصاً دہی بھلے 'آلو' رائتہ اور آلو کا سالن دوسرے وقت کیلئے نہیں رکھنا چاہیے؛ کیونکہ یہ اشیاء بہت جلد متعفن ہوجاتی ہیں۔ پیاز غذا میں بہت زیادہ مفید ہے اور موسم برسات میں لاحق ہونے والے اکثر عوارضات میں بہت نافع ہے۔

برسات کا موسم جراثیم اور بیکٹیریا کی نشونما کے لیے بہت ہی بہترین ثابت ہوتا ہے۔ پانی میں پیدا ہونے والے یہ بیکٹیریا بہت سی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں اور یہ بیماریاں بہت سارے لوگوں کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں میں نزلہ، زکام، ملیریا اور معدے کی بیماریاں شامل ہیں۔

برسات میں ہونے والی عام بیماریاں نزلہ، کھانسی اور بخار: وائرل بخار اور عام نزلہ خطرناک بیماری نہیں، لیکن برسات کے موسم کی سب سے عام اور پریشان کرنے والی بیماری ہے۔ بارش میں زیادہ بھیگنے اور بار بار بھیگنے کی وجہ سے یہ انفیکشن ہوجاتا ہے۔

ڈائریا: یہ بیماری وائرل یا بیکٹیریل دونوں طرح کے انفیکشن کی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ عام طور پر اس کے جراثیم منہ کے ذریعے آنتوں تک پہنچ جاتے ہیں، جسکی وجہ سے مضر صحت کھانا ہوتا ہے۔ زیادہ للکوئیڈ استعمال کر کے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے؛ لیکن بہت زیادہ الٹیوں کی صورت میں اسپتال میں ایڈمیشن ضروری ہے؛ تاکہ ڈراپ کے ذریعے علاج کیا جائے ورنہ بلڈ پریشر حد سے زیادہ گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

ملیریا: پانی میں پرورش پانے والے مچھر ملیریا کا باعث بنتے ہیں۔ ملیریا کے مرض میں بخار، سردی اور فلو کی طرح کیفیت ہوجاتی ہے۔ فوری علاج نہ کرنے کی صورت میں بیماری شدت اختیار کرلیتی ہے۔

ٹائیفائڈ: ٹائیفائڈ بیکٹیریل انفیکشن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بھی مضر صحت کھانے اور آلودہ پانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے برسات کے موسم میں خاص طور پر باہر کی چیزوں اور کھلی ہوئی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

فنگل انفیکشن: گیلے موسم کی وجہ سے یہ انفیکشن اکثر ان لوگوں میں ہوجاتا ہے جو عام طور پر زیادہ وقت کے لیے گیلے کپڑے یا جوتے پہنے رہتے ہیں۔ زیادہ دیر پانی میں رہنے کی وجہ سے بھی یہ انفیکشن ہوجاتا ہے۔

احتیاط: ۔بارش کے موسم میں اکثر صاف پانی کے ساتھ گندہ پانی مل جاتا ہے اور پینے کے پانی کو بھی آلودہ کردیتا ہے۔ ایسے میں پانی کو ابال کر اور صاف کر کے پئیں یا برسات کے موسم میں منرل واٹر کا استعمال کریں۔

- گھر کے قریب، گملوں یا دوسرے برتنوں میں پانی جمع نہ رہنے دیں؛ تاکہ مچھروں کی افزائش نہ ہونے پائے۔ مچھر مکھی کو ختم کرنے کے لیے دوا کا استعمال کریں۔ نیم کے خشک پتے کافور اور لونگ کی دھونی دینے سے بھی مکھیاں بھاگ جاتی ہیں۔
- سلاد اور پتے والی سبزیوں کو اچھی طرح صاف پانی سے دھوکر استعمال کریں۔ ہری سبزیوں کو دس منٹ کے لیے نمک کے پانی میں بھگو کر رکھنے سے بھی جراثیم ختم ہوجاتے ہیں۔ باہر کی چاٹ، سلاد یا کٹے ہوئے پھل ہرگز نہ کھائیں۔
- گرم اور نمی والے موسم میں کھلے جوتے نہ پہنیں، تاکہ فنگل انفیکشن سے محفوظ رہیں۔
- گیلے کپڑے نہ پہنے رہیں، تاکہ جلد اور ناخنوں کو فنگل انفیکشن سے محفوظ رکھ سکیں۔
- شوگر کے مریض ننگے پیر نہ چلیں کیونکہ مٹی میں بہت سارے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔
- کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹوائلٹ استعمال کرنے کے بعد ہاتھوں کو اچھی طرح دھوئیں۔

هفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

حج 2021 کی سبھی درخواستیں منسوخ

سعودی حکومت کے ذریعہ چند روز قبل صرف مقامی شہریوں کو حج 2021 کی اجازت دینے کے اعلان کے پیش نظر حج کمیٹی آف انڈیا نے حج 2021 کے لیے جمع کردہ سبھی درخواستوں کو منسوخ کرنے کا اعلان کردیا ہے حج کمیٹی آف انڈیا کے چیف ایکزیکیٹو افسر مقصود علی خان کے ذریعہ جاری ایک اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ سعودی حکومت نے امسال عالمی سطح پر عازمین حج کو اجازت نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے، اس لیے ہندوستان میں موصولہ حج کی تمام درخواستیں منسوخ کی جاتی ہیں، گزشتہ سال کی طرح اس مرتبہ بھی کورونا وباء کے پیش نظر یہ قدم اٹھانا پڑ رہا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ سعودی حکومت نے کورونا بحران کی وجہ سے گزشتہ سال کی طرح امسال بھی کسی دوسرے ملک کے شہری کو حج کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس بار تقریباً 60 ہزار مقامی باشندوں کو ہی حج کی سعادت نصیب ہوگی اور اس کے لیے بھی کئی طرح کے شرائط وضوابط کی پابندی ضروری ہوگی۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی خصوصیات خلف صالح میں منتقل ہوگئیں

خانقاہ رحمانی میں حاضری کے دوران مولانا احمد نصر بنارسی کا اظہار خیال

خانقاہ امدادیہ بنارس یوپی کے سجادہ نشیں اور معروف عالم دین مولانا احمد نصر بنارسی، خانقاہ رحمانی مونگیر تشریف لائے۔ ساتویں امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی کے سانحہ ارتحال پر افسوس کا اظہار کیا، فاتحہ پڑھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور خانقاہ کے بزرگوں کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی۔ جامعہ کی عمارتوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ صاحبزادہ جناب حامد ولی فہد رحمانی اور خانقاہ رحمانی وجامعہ رحمانی کے اساتذہ وکارکنان نے مولانا کا پر جوش استقبال کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا احمد نصر بنارسی نے صاحبزادہ امیر شریعت سے تعزیت کی، صاحبزادۂ محترم کی بلند اخلاقی، ملنساری، سنجیدگی اور گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور خانقاہ رحمانی کی روحانی فضا سے مسحور ہوکر واپس ہوئے۔ مولانا نے اپنے دورہ کے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے کہا کہ عظیم بابرکت وروحانی وعرفانی درسگاہ جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی کو دیکھ کر اور خدام خانقاہ سے مل کر قلبی مسرت ہوئی۔ حضرت امیر شریعتؒ کے خلف صالح سے ملاقات اور ان کی گفتگو سن کر ان کے قلبی عزائم، جدوجہد، امت مسلمہ اور خاص کر آنے والی نسلوں کی عملی، فلاحی وتعلیمی فکر کو سمجھنے کا موقعہ ملا۔ مولانا نے فرمایا افراد سازی اور عملی تربیت کا جو طرز امیر شریعت کا تھا اور جو خصوصیات ان کی تھیں، وہ ان کے فرزند میں منتقل ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادگان کو اپنے اجداد کی نسبت باطنی کا حقیقی وارث بنائے اور خانقاہ رحمانی کو نظر بد سے بچا کر اس کے فیضان کو عام فرمائے۔ آمین۔

ملازمین کے معاوضے کے ضابطے کا مسودہ نوٹیفائڈ

مرکزی وزارت محنت وروزگار نے سوشل سیکورٹی کوڈ 2020 کے تحت ملازمین کے معاوضے سے متعلق قوانین کے مسودہ کو نوٹیفائڈ کردیا ہے اور اس پر تجاویز طلب کیئے ہیں۔ وزارت نے کہا کہ مسودے پر اعتراضات اور تجاویز نوٹیفکیشن کی تاریخ سے 45 دن کی مدت میں بھیجی جاسکتی ہیں۔ سوشل سیکورٹی کوڈ 2020 منظّم اور غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور کارکنوں کو سماجی تحفظ فراہم کرنے کے مقصد سے ہے۔ سوشل سیکورٹی کوڈ 2020۔ مہلک حادثات، شدید جسمانی چوٹ یا پیشہ ورانہ بیماریوں کی صورت میں معاوضے کے لئے آجر کی ذمہ داریوں سے متعلق دفعات فراہم کرتا ہے۔

چھوٹی صنعتوں کے رجسٹریشن کے لئے صرف آدھار اور پین کارڈ ضروری

مائکرو، چھوٹی اور درمیانہ صنعت کے مرکزی وزیر نتن گڈکری نے مائکرو، چھوٹی اور درمیانہ صنعتوں کے رجسٹریشن کے عمل کو آسان بناتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اس کے لئے صرف آدھار اور پین کارڈ ضروری ہوگا۔ مسٹر گڈکری نے ایس ایم ای اسٹریٹ گیم چینجرس فورم کے ایک ویبنار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب ایم ایس ایم ای کے رجسٹریشن کے لئے صرف پین اور آدھار کی ضرورت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ رجسٹریشن ہونے کے بعد ایم ایس ایم ای یونٹ کو ترجیح اور مالیات کی سہولت فراہم ہوگی۔

پانچ ریاستوں کی انتخابی حکمت عملی کے لیے بی جے پی کمربستہ

بی جے پی نے یوپی، اتراکھنڈ سمیت پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات کے لیے کمر کس لی ہے۔ اس نے ان اسمبلی انتخابات کے لیے پارٹی کے روڈ میپ کو کئی اہم میٹنگوں کے ذریعے تیار کرنے کی مشق شروع کردی ہے۔ بی جے پی کے صدر جے پی نڈا نے ریاستی یونٹوں سے کیمپ لگانے کو کہا ہے اور 10 جولائی تک اپنی حکمت عملی تیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان چار صوبوں میں یوپی، اتراکھنڈ، گوا اور منی پور میں، بی جے پی یا اس کے اتحادیوں کی حکومت ہے۔ جب کہ پنجاب میں کانگریس کی حکومت ہے۔ ریاستی سطح کے اجلاس کے بعد، چھوٹی ٹیمیں دہلی روانہ کی جائیں گی، جہاں نڈا انہیں انتخابی تیاریوں کے بارے میں بتائیں گے۔ اس کے بعد پارٹی ان پانچ ریاستوں کے انتخابات کے لیے اپنی حکمت عملی کو حتمی شکل دے گی۔ بی جے پی نے پارٹی کیڈر کو ایک پیغام دیا ہے کہ وہ تنظیمی سرگرمیوں کے لیے کمربستہ ہوں، جو کورونا کی دوسری لہر کے بعد رک گئی تھی۔

Volume:61/71,Issue:25 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

کل شجر کی گفتگو سنتے تھے اور حیرت میں تھے
اب پرندے بولتے ہیں اور شجر خاموش ہیں
(اظہر نقوی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

کورونا کی تیسری لہر اور بچے

ڈاکٹر مشتاق احمد

عالمی وباء کورونا کا قہر کب تک جاری رہے گا، یہ کہنا مشکل ہے، کیونکہ دنیا کے مختلف حصوں میں اس کا دائرہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔اب اس کی تیسری لہر بھی دستک دینے والی ہے۔اوراس لہر کے متعلق یہ کہا جارہا ہے کہ اس میں سب سے زیادہ بچے متاثر ہوں گے۔ظاہر ہے کہ کرونا کے مریض کے تعلق سے یہ حقیقت عیاں ہوچکی ہے کہ اس بیماری سے مقابلہ کرنے کے لیے قوت مدافعت کا مستحکم ہونا لازمی ہے۔جہاں تک اپنے وطن عزیز ہندوستان کا سوال ہے تو یہاں کسی ریاست میں دوسری لہر ختم ہوچکی ہے تو کسی ریاست میں اب بھی دوسری لہر جاری ہے۔یوں تو سرکاری اعداد وشمار کی بنیاد پر یہ اطلاع عام کی جارہی ہے کہ کورونا سے متاثر ہونے والے افراد کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ اموات کی تعداد میں کمی نہیں ہو رہی ہے۔بالخصوص شمالی ہند اتر پردیش اور بہار میں تو اب بھی دوسری لہر نے کہرام مچا رکھا ہے۔اس لئے حکومت کو لاک ڈاؤن میں اضافہ کرنا پڑا ہے اور اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوا ہے کہ متاثرین کی تعداد میں کمی ہوئی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا خوف اب بھی برقرار ہے۔اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اگر ایک علاقے میں اس کا خاتمہ ہوتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسرے علاقے میں اس کا پھیلاؤ ہو جاتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت بہار نے اس پر قابو پانے کے لیے کئی ٹھوس اقدامات کیے ہیں مگر جب تک عوام الناس کے اندر یہ بیداری نہیں آئے گی کہ انفرادی احتیاط اور ڈاکٹروں کے مشورے سے دوا کا استعمال کورونا سے نجات دے سکتا ہے اس وقت تک کورونا اپنا اثر دکھاتا رہے گا۔عوام الناس کو یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ صرف حکومتوں کی کوششوں سے اس مہلک بیماری پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے ملک میں طبی سہولیات کا ڈھانچہ اتنا مستحکم نہیں ہے کہ بیک وقت تمام شہری کو طبی سہولیات مہیا کرایا جا سکے۔اس لئے اس وقت مختلف تنظیموں کے ذریعے اور انفرادی طور پر بھی لوگوں کے ذریعے جو مہم چلائی جارہی ہے اس میں ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا حصہ بنے اور کرونا سے نجات پانے کے لیے عالمی طبی اداروں کے ذریعے جو مشورے دیے جارہے ہیں اس پر عمل پیرا ہوں۔

اس وقت پوری دنیا میں یہ بحث جاری ہے کہ رونا کی تیسری لہر سب سے زیادہ بچوں کو متاثر کرے گی۔خدانخواستہ ایسا ہوا تو ہندوستان میں اس کا قہر سب سے زیادہ برپا ہوگا۔کیونکہ ہم اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہمارے ملک میں غذائی قلت کی وجہ سے عدم تغذیہ کے شکار بچوں کی تعداد زیادہ ہے۔عالمی تنظیم یونیسیف نے گزشتہ سال اپنی رپورٹ میں یہ واضح کر دیا ہے کہ دنیا کے 178 ممالک جہاں عدم تغذیہ کے شکار بچوں کی شرحیں زیادہ ہیں ان ممالک میں ہمارا ملک ہندوستان 102 نمبر پر ہے۔ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اور یونیسیف ہر سال پوری دنیا میں بچوں کی صحت اور اس کی ذہنی نشو نما کی صورتحال پر رپورٹ پیش کرتی ہے۔ہر سال ماہ ستمبر میں ہفتہ تغذیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ان ممالک کو ہوشیار کیا جاتا ہے کہ اگر بچوں کی صحت کا خیال نہیں کیا گیا تو مستقبل میں اس ملک کے شہری کمزور، لاغر اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوں گے۔اب جب کہ یہ کہا جارہا ہے کہ کرونا کی مہلک وبا اپنی تیسری لہر میں سب سے زیادہ بچوں کو شکار بنائے گی۔اگر یہ سچ ہوا تو ہندوستان میں اس کا اثر سب سے زیادہ ہوگا۔کیونکہ ملکی اور غیر ملکی تنظیموں کے ذریعے جو رپوٹیں شائع ہوتی رہی ہیں وہ ہمارے لیے فکرمندی کا باعث ہیں۔یونیسیف کی ایک رپورٹ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والے 9 فیصد بچوں کا وزن عالمی پیمانے سے کم ہوتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ اکیس فیصد بچے عدم تغذیہ کے شکار ہوتے ہیں۔مختلف رپورٹوں میں سب سے چونکانے والی بات یہ ہے کہ نومولود بچوں کے وزن کم ہونے اور عدم تغذیہ کے شکار بچوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ صرف غربت نہیں ہے۔بلکہ کھان پان کا صحیح اور وقت پر استعمال نہیں کرنا بھی اس کی ایک وجہ ہے۔دیہی علاقے میں غربت ہے اور اس کی وجہ سے ماں اپنے بچوں کو وقت پر کھانا نہیں دے پاتیں اور جس مقدار میں دیا جانا چاہیے وہ بھی ممکن نہیں، اس لئے وہاں عدم تغذیہ کے شکار بچوں کی تعداد میں اضافہ ہونا فطری بات ہے لیکن شہری علاقے میں متمول خاندان کے بچوں کا وزن کم ہونا اور عدم تغذیہ کا شکار ہونا صرف اس لیے ہے کہ ہم اپنے بچوں کی صحت کا پورا پورا خیال نہیں رکھتے۔حال کے دنوں میں فاسٹ فوڈ اور جنگ فوڈ نے بچوں کی صحت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔بازار کی چیزوں پر ہم منحصر ہو گئے ہیں نتیجہ ہے کہ اس تن آسانی نے ہمیں کئی طرح کی جسمانی بیماریوں کا شکار بنا دیا ہے۔ظاہر ہے کہ جب تک جسم کے اندر کسی بھی بیماری یا وائرس سے مقابلہ کرنے کی قوت مدافعت مستحکم نہیں ہوگی تو ہم بیماری سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔کرونا کے معاملے میں تو تمام ماہر امراض کا متفقہ اعلان ہے کہ اس مرض سے بچنے کے لیے اچھی غذاؤں پر دھیان دیں، خاص کر غذا میں وٹامن کا ہونا لازمی ہے۔مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں دیگر ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے بچوں کی صحت پر دھیان کم دیا جارہا ہے۔نتیجہ ہے کہ ہر سال کی رپورٹ میں غذا کی قلت سے شکار ہونے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور عدم تغذیہ کی وجہ سے ہمارے بچے مختلف طرح کے امراض کے شکار ہو رہے ہیں۔اس لیے بڑا اندیشہ ہے کہ اگر تیسری لہر میں سچ مچ اس کورونا نے بچوں کو زیادہ متاثر کیا تو اس وقت ملک میں جو صورت حال ہے، اس سے کہیں زیادہ سنگین حالات پیدا ہوں گے۔اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ابھی جب ملک میں کرونا کی تیسری لہر نے آہٹ نہیں دی ہے تو ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم ابھی سے طبی محاذ پر کھڑا اترنے کی تیاری میں لگ جائیں، کیونکہ بچوں کی جان بچانا ہمارے ملک کے سنہرے مستقبل کے لئے بھی ضروری ہے۔انسانی جانوں کا اس طرح ضیاع ہونا نہ صرف انسانی معاشرے کے لئے بلکہ کسی بھی ملک کی محافظت کے لئے بھی خسارہ عظیم ہے۔

مگر افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ ہم نے کرونا کی پہلی اور دوسری لہر کے سنگین حالات سے سبق نہیں سیکھا ہے، ہم طبی سہولیات کا دعوی تو کر رہے ہیں مگر حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔دوسری لہر میں جس قدر جانیں ضائع ہوئی ہیں اس کی واحد وجہ ہماری ناقص طبی سہولیات ہیں۔اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام تر سیاسی مفادات سے اوپر اٹھ کر ملک کے مفاد میں متحد ہو کر طبی سہولیات کے ڈھانچوں کو مستحکم کریں۔

اس وقت ملک میں کرونا ویکسین کی مہم چل رہی ہے۔لیکن ویکسین کی قلت کی وجہ سے بھی افراتفری کا ماحول بنا ہوا ہے۔اگرچہ کئی ریاستوں نے بہتر انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اور وہاں زیادہ سے زیادہ بالغ شہری کو ٹیکہ دیا جا رہا ہے۔لیکن قومی سطح پر اس کی قلت جاری رہے۔جہاں تک بچوں کو ویکسین دینے کا سوال ہے تو دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بھی ابھی یہ کام شروع نہیں ہوا ہے، اب جبکہ تمام عالمی طبی ادارے اور ماہرین امراض نے انتباہ کیا ہے کہ کورونا کی تیسری لہر سب سے زیادہ بچوں کو اثر انداز کرے گی تو ایسی صورت میں بچوں کے لئے ویکسین کی خصوصی مہم چلانی ہوگی، تا کہ ہم اپنے بچوں کی زندگی بچاسکیں اور اپنے ملک کے روشن مستقبل کا سامان کرسکیں۔کیونکہ اس کورونا میں امریکہ کے بعد ہمارا ملک ہندوستان دوسرے نمبر پر ہے جہاں سب سے زیادہ شہری کی جانیں تلف ہوئی ہیں اور یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile:9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ Imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ایف سی آئی روڈ پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈس میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کر سکتے ہیں: (۱) الکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹس مین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ایم آر اے سی (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:
8298678082/8825126782
9304924575/7979724968

سکریٹری
سہیل احمد ندوی

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988